THE
PASBAN MONTHLY
BOMBAY
پاسبان بمبئی
ماہنامہ
شہنشاہ بغداد سرکار غوث الاعظم
https://www.mhussain.in/
قیمت فی پرچہ
ایڈیٹر
قیمت سالانہ
مشتاق احمد نظامی الہ آبادی
پانچ روپے

اشرفی لائبریری کچھوچھہ شریف
زیر سرپرستی
مجاہد ملت قائد اہلسنت حضرت مولانا الحاج شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب
رئیس اڑیسہ و بانی دار العلوم جامعہ حبیبیہ صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت الہ آباد
ہندوستان کا شہرۂ آفاق تاریخی مذہبی ادبی اصلاحی مجلہ
ماہنامہ
پاسبان
بمبئی
قیمت سالانہ
پانچ روپیے
فی پرچہ
آٹھ آنے
ادارۂ تحریر:- عبد الغفار خاں بلند شہری انوار احمد نظامی دربھنگوی
دفتر پاسبان۔ ہری بھے رام بلڈنگ ۶۴ تیسرا مالہ - روم ۳ - زین روڈ بمبئی
اپریل سنہ ۱۹۵۵ء
عبد الماجد اشرفی اعظمی پرنٹر پبلشر نے یونیورسل فائن آرٹ لیتھو ورکس ۲۳ نمبر دنجی اسٹریٹ میں اور صرف

جلد نمبر (۱) ماہنامہ پاسبان جائس شمارہ نمبر ۱۲

ماہ اپریل سنہ ۱۹۵۴ء

پاسبان کا سالنامہ

شائقین پاسبان وحلقہ علم وادب میں یہ خبر انتہائی مسرت سے سنی جائیگی کہ ادارہ پاسبان عنقریب۔ پاسبان کا سالنامہ حسین گلدستہ کی شکل میں پیش کر رہا ہے۔ دیدہ زیب ٹائٹیل حسین آرٹ نفیس کتابت۔ عمدہ طباعت۔ ادبی مقالے۔ گرانمایہ علمی جواہر پارے۔ انقلابی نظمیں۔ وجد آفریں نعتیں۔ شائستہ غزلیں دو سو سے زائد صفحات پر مشتمل۔

سالنامہ کا مجموعہ ہدیہ ناظرین ہوگا

بھارت کے مایہ ناز علماء ومشائخ وادبی مقالہ نگار ومشہرہ آفاق شعراء کی خدمات حاصل کی جارہی ہیں جنمیں سے بعض کا نام درج ذیل ہے

مقالہ نگار حضرات کے نام

(۱) حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھہ شریف

(۲) حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب بدایوں

(۳) مولانا برہان الحق صاحب سابق ایم ایل اے جبل پور

(۴) حضرت مولانا ظفرالدین صاحب سابق پرنسپل شمس الہدیٰ۔ پٹنہ

(۵) مولانا حبیب الرحمن صاحب۔ اڑیسہ (۶) مولانا عبدالعزیز صاحب مبارکپور

(۷) مولانا غلام جیلانی صاحب۔ میرٹھ (۸) مولانا رفاقت حسین صاحب۔ کانپور

(۹) عالیجناب شبیر احمد خان صاحب غوری رجسٹرار مدارس عربیہ صوبہ یوپی

(۱۰) مولانا غلام یزدانی صاحب۔ بریلی (۱۱) علامہ خواجہ نظام الدین صاحب بدایوں

(۱۲) عالیجناب محمد رفیق صاحب پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی الہ آباد

(۱۳) مولانا نظام الدین صاحب الہ آباد (۱۴) پروفیسر سید عابد علی صاحب الہ آباد

(۱۵) ماسٹر ظہور عالم خان صاحب الہ آباد (۱۶) مولانا ابوالوفا صاحب۔ غازیپور

(۱۷) مولانا سید اکبر صاحب۔ لاہور (۱۸) صوفی ابوالفرح صاحب چشتی نظام آباد

(۱۹) مولانا عبدالمنان صاحب مبارکپور (۲۰) مولانا سید غلام مصطفیٰ صاحب۔ کلکتہ

شعراء کے نام

حضرت شفیق	جونپوری	حضرت جگر	مرادآبادی
" نوح	ناروی	" آرزو	سہارنپوری
" شکیل	بدایونی	" نظر	سیہوری
" ساغر	نظامی	" رخشاں	باجوہ بنکوی
" صبا افغانی	رامپوری	" ادیب	مالیگانوی
" مجروح	سلطانپوری	" تسکین	کلکتوی

" عاجز مرادآبادی حضرت عابد بریلوی۔ حضرت نثار بارہ بنکوی
حضرت منیر دریاآبادی حضرت دل لکھنوی حضرت ظفر قادری مبارکپوری
حضرت راز الہ آبادی حضرت بابا فرید متھراوی حضرت انجم اعظمی
حضرت انجم بدایونی۔ شاعر پاسبان کچھوچھوی۔ حضرت سرتاج رحمانی
" احسن علیگ۔ مصور شاعر اسلام۔ دل شاہجہانپوری
" جگر بسوانی۔ جوش ملیح آبادی۔ سخا شاہجہانپوری
حضرت صادق اندوری۔ علامہ اشرف سرحدی۔

نوٹ:۔ مستقل خریداروں کو سالنامہ نصف قیمت پر دیا جائے گا۔ شائقین پہلے سے اپنا آرڈر دیکر پرچہ اپنے نام محفوظ کرائیں۔

انوار احمد نظامی

سلام بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

رہبر شعراء حضرت بابا فرید صاحب (سرپرست بزم اردو بمبئی) مٹھواری

اے شہنشاہِ دو عالم الصّلوٰۃ والسّلام
کلِّ شیئ سے مکرّم الصّلوٰۃ والسّلام

جلوہ گر شانِ نبوت ہر زمانے میں رہی
کیا موخّر کیا مقدّم الصّلوٰۃ والسّلام

آپ ہی کے نور سے ہر ذرّہ ذرّہ ضوفگن
مظہرِ خلّاقِ عالم الصّلوٰۃ والسّلام

دستگیری کار فرما ہوگی محشر میں ضرور
عاصیوں کو کچھ نہیں غم الصّلوٰۃ والسّلام

یا رسول اللہ ادھر بھی ہو ترحم کی نگاہ
ہے نظامِ زیست برہم الصّلوٰۃ والسّلام

زندۂ جاوید کر دو مردہ دل کو یا نبی
تم ہو جانِ ابنِ مریم الصّلوٰۃ والسّلام

ہر مسلماں پر ہے لازم آپکی الفت شہا
حبِّ خالق سے مقدّم الصّلوٰۃ والسّلام

کرلئے تسلیم آخر حاکمانِ دہر بھی
ہیں حدیثیں ایسی محکم الصّلوٰۃ والسّلام

آپکی تعریف میں آخر یہ کہکر رک گیا
سب سے زیادہ حق ہے ہو کم الصّلوٰۃ والسّلام

نور کا تڑکا دکھائے مہرِ دیں طیبہ کے چاند
دور ہو جائے شبِ غم الصّلوٰۃ والسّلام

چلدئیے سب آپکے زائر مدینے کی طرف
یاس سے دیکھا کئے ہم الصّلوٰۃ والسّلام

وہ بھی دن لائے خدا دیکھوں میں روضہ آپ کا
اے حبیبِ ربِّ اکرم الصّلوٰۃ والسّلام

اس فریدِ زار پر بھی ہو نگاہِ التفات
عرض کرتا ہے یہ پیہم الصّلوٰۃ والسّلام
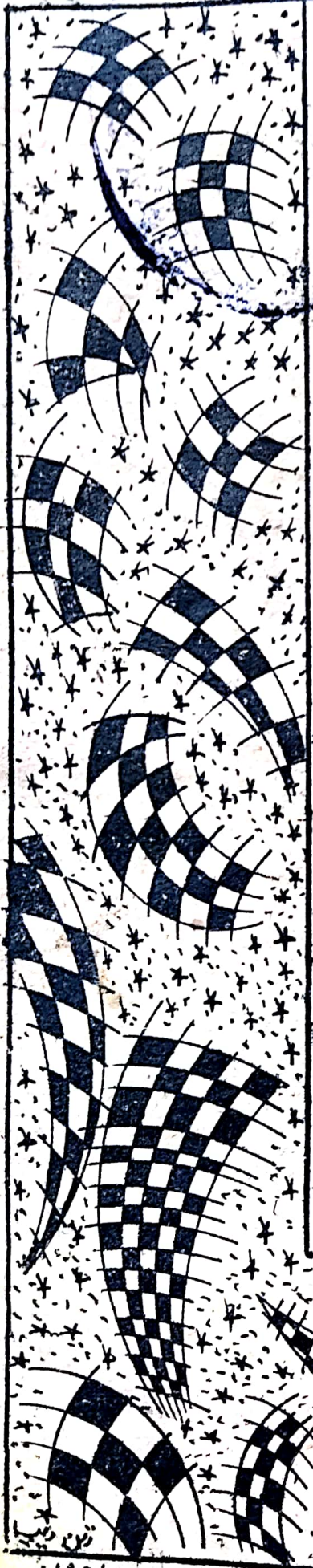
ہمارا علمی مذاق

آج کے ترقی پسند دور میں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ علوم و فنون کی تحصیل ہی قومی عروج و ارتقاء کا پہلا زینہ ہے جس کی شہادت غیروں کی تاریخ سے نہیں بلکہ اپنی ہی تاریخ سے پیش کیا جا سکتا ہے۔

امام ابن حجر مکی کی روایت ہے کہ جس وقت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیشاپور رونق افروز ہوئے تو امام ابو زرعہ رازی اور امام محمد ابن مسلم طوسی جیسے حافظانِ حدیث اور بے شمار علماء و طالبانِ علم و فن حاضر دربار ہوئے۔

امام محترم کے چہرۂ مبارک پر پردہ پڑا تھا اس لئے لوگوں نے اصرار کیا کہ سرکار اپنے جمال جہاں آرا کی زیارت سے ہم مشتاقانِ دید کو محظوظ و ممنون فرمائیں اور اپنے آباء کرام سے ایک حدیث ہمارے سامنے روایت فرمائیں۔

امام محترم کی سواری روک دی گئی اور غلاموں کو حکم فرمایا کہ پردہ ہٹا دیا جائے۔ نقاب الٹتے ہی پیاسی نگاہوں نے انسانی یا انسانی رنگ و روپ میں بدر کامل جیسا چمکتا ہوا چہرہ دیکھا شانہ مبارک پر دو گیسو لٹک رہے تھے۔ انسانی اور انسانی کی خطا کر گئے۔ ہوش و حواس نے جواب دیا عقل و خرد کی جگہ جنون و دیوانگی نے لے لی صبر و تحمل سکون و قرار رخصت عالم دیوانگی میں پورا مجمع تڑپ اٹھا۔ کوئی خاک پر لوٹ رہا ہے کوئی گھوڑے کی سم کو بوسہ دیتا ہے کسی کا دامن چاک کسی کا گریباں تار تار غرضکہ سرزمین نیشاپور پر ایک قیامت برپا تھی اتنے میں علماء نے خاموش خاموش کے نعرے بلند کئے لوگوں میں اطمینان و سکون کی لہر دوڑی اور امام محترم سے روایت حدیث کی فرمائش کی گئی۔ چنانچہ آپ نے درج ذیل حدیث مبارک روایت فرمائی۔

حدثنی ابی موسیٰ الکاظم عن ابیہ جعفر الصادق عن ابیہ محمد ن الباقر عن ابیہ زین العابدین عن ابیہ الحسین عن ابیہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال حبیبی و قرۃ عینی الخ

(ترجمہ) امام علی رضا امام موسیٰ کاظم وہ امام جعفر صادق وہ امام محمد باقر وہ امام زین العابدین وہ امام حسین وہ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ میرے پیارے میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی کہ ان سے جبریل نے عرض کیا کہ میں نے اللہ عزوجل کو فرماتے سنا کہ

لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جس نے اسکو کہا وہ میرے قلعہ میں
داخل ہوا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا میرے عذاب سے مامون
ہوا۔ حدیث مبارک روایت فرما کر حضرت رعانہ ہوئے دیکھئے
میں بیس ہزار سے زائد لوگوں کے ہاتھ میں روشنائی تھی جو حدیث
لکھنے کے لئے موجود تھے) یہ تھا ہمارا علمی مذاق۔
اب آیئے دو ایک باتیں سرزمین ہند سے متعلق بھی سن لیجئے
ہندوستان کی سرزمین پر ہمارے علوم و فنون کا کیسا چرچا تھا اور
کس قدر ان کی مانگ تھی۔
سیر المتاخرین نے بنگالہ کے بازیگروں کا تذکرہ کرتے ہوئے
ایک مقام پر لکھا ہے کہ دلی میں آکر بازیگروں نے جو تماشے دکھلائے
ان میں ایک دلچسپ تماشہ یہ تھا۔
کلیات سعدی شیرازی آوردند بکیسہ گزاشتہ چوں برآوردند
دیوان حافظ برآمد۔ آں را چوں بکیسہ بردند دیوان سلمان ساوجی
برآمد بازچوں کیسہ نمودند دیوان انوری کے رنگ مطبوب و شکل
و صورت میں بدل کر تماشہ دکھلاتے تھے۔ عام پبلک پر فارسی کی
کتابوں کا کتنا گہرا اثر ہوگا۔

فنی حیثیت

فیروز تغلق کے زمانہ میں ایک گھڑی ہندوستان
میں ایجاد ہوئی جس کی خصوصیت یہ تھی۔
یخرج فی کل ساعۃ منھا صوت عجیب بترنم بھذا
البیت۔ (ترجمہ) گھڑی سے ہر گھنٹہ پر ایک آواز پیدا ہوتی یعنی
ترنم کے ساتھ۔ یہ شعر گھڑی سے سنائی دیتا۔

ہر ساعتے کہ بر در شاہ می زنند
نقصان عمر می شود آں یاد می دہند

(ترجمہ) بادشاہ کے دروازہ پر ہر گھنٹہ میں جو گھڑیال بجاتے ہیں
وہ یاد دلاتے ہیں کہ عمر کا اتنا حصہ ختم ہوگیا۔
کہاں تک اپنی بدقسمتی کا ماتم کیا جائے اور کس قدر بزم نوحہ
کو طول دیا جائے۔ سوچئے اور ہزار بار سوچئے کہ اب سے پہلے
ہم کیا تھے اور اب کیا ہیں۔

نذر اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ

جناب آثر صاحب اشرفی۔ بمبئی

طرہ حق و صدا رسم وراہ اشرفی
نور ایماں سے ہے روشن بارگاہ اشرفی
اک جبین شوق کو نذر صد عقیدت ہے کہ ہو
طفلک اسلام پاتا ہے یہیں پرورش
آیئے اور جلوۂ انوار احمد دیکھئے
روح ایماں برق کے مانند لہرانے لگی
کیا حقیقت ہے نگاہوں میں طلسم کفر کی
ہر طرف روحانیت کا ایک فیض عام ہے

کچھ نہ ہوگی فرق اندہیت کو و اشرفی
لے کوئی ہے لینے والا عز و جاہ اشرفی
جو بھی آئے عجز مند بارگاہ اشرفی
گویا اک آغوش مادر ہے پناہ اشرفی
جلوہ گاہ دل ہے گویا جلوہ گاہ اشرفی
جس دل بیجان پر اٹھی نگاہ اشرفی
پھونک کر رکھدیگی اسکو ایک آہ اشرفی
کیوں نہ ہو مشہور عالم خانقاہ اشرفی

میں غلام شاہ بخش اللہ ہوں آثر اسلئے
میرا سینہ بن گیا ہے جلوہ گاہ اشرفی

مائل بہ شر کو وہ تو بشر ہی نظر پڑے
خود بو البشر سے پہلے مگر دیکھتا ہوں میں

حضرت محدّث اعظم ہند

اس زلف و رخ کو آٹھوں پہر دیکھتا ہوں میں
شام و سحر کو شام و سحر دیکھتا ہوں میں

گاہے ادھر تو گاہے ادھر دیکھتا ہوں میں
تجھکو ہی دیکھتا ہوں جدھر دیکھتا ہوں میں

دل دیکھتا ہوں میں کہ جگر دیکھتا ہوں میں
سبکو رسول پاک کا گھر دیکھتا ہوں میں

وہ حق نما جمال اگر دیکھتا ہوں میں
حقا کہ حق کو پیش نظر دیکھتا ہوں میں

مائل بہ شر کو وہ تو بشر ہی نظر پڑے
خود بو البشر سے پہلے مگر دیکھتا ہوں میں

جلوے کسی کے آنکھوں میں جب سے سما گئے
اپنی نظر سے اپنی نظر دیکھتا ہوں میں

کعبہ کی سمت رخ بھی ہے آنکھیں بھی ہیں کھلی
اللہ جانتا ہے کدھر دیکھتا ہوں میں

ہم آپ بلکہ دیدۂ یعقوب ہر گھڑی
ان کی مگر میں چشم نگر دیکھتا ہوں میں

سیدؔ کہیں جمال چھپائے سے چھپ سکا
دل میں لئے تو تم ہو مگر دیکھتا ہوں میں

پاسبان بمبئی

نعت شریف

فخرِ مشرق استاذ الشعراء مولٰنا شفیق صاحب جونپوری

صبا کہنا لپٹ کر روضۂ اقدس کی جالی سے
کہ آنکھیں پھیر لی ہیں کیوں سگانِ بابِ عالی سے

حرم کے زائروں کو لطف آجاتا ہے قرآں کا
فصیحانِ حجازِ پاک کی شیریں مقالی سے

نسیمِ صبح ہو طیبہ کا نخلستاں ہو میں ہوں
صدائے یا محمد آرہی ہو ڈالی ڈالی سے

گناہوں نے بھلا کب قابلِ انعام رکھا تھا
مگر رحمت کو شرم آئی مرے دامانِ خالی سے

غبارِ دامنِ محبوب ہو کر کیا شرف پایا
فلک شرما رہا ہے میرے اوجِ پائمالی سے

رہا کرتا ہے چرچا حور و غلماں میں مدینے کا
بہارِ باغِ طیبہ پوچھئے جنّت کے مالی سے

غرورِ زہد و تقویٰ ہے وہاں وجہِ عتاب اے دل
وہ راضی ہیں گنہگاروں کے عذرِ بےکمالی سے

ادے مجھ سا سیہ کار اور مدّاحی پیمبر کی
عجب رتبہ ملا ہے بارگاہِ ذوالجلالی سے

شفیق اس شان سے یادِ نبی میں نعت خوانی کر
کہ روح القدس جھوم اٹھے تری نازک خیالی سے

لفظ اسلام میں یوں "ل" کا جزو لازم ✽ یہ بتاتا ہے کہ اس لام میں ہے جانِ خادم

مسعود دن بھر بیوپار کی خاطر بستی میں گھومنے کے بعد تھکا ماندہ جب اپنے ٹھکانے پر پہونچا تو یہ دیکھ کر کہ گھر ماتم کدہ بنا ہوا ہے۔ اور ہر خورد و کلاں مصروفِ آہ و زاری۔ اس کی حیرانی و پریشانی کی انتہا نہ رہی۔ اسی عالم میں وہ ایک ایک سے پوچھتا رہا کہ یہ رنج و ملال کس بات کا ہے اور ہر فردِ خانہ کیوں نالاں و گریاں ہے مگر رونے سے فرصت ہی کس کو تھی جو اس کا جواب دیتا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے بڑھیا سے جس کو ماں سے مخاطب کرتا تھا دریافت کیا۔ آخر یہ کس بات کا رنج و غم ہے کہ ہر ایک اس میں برابر کا شریک نظر آتا ہے۔ بڑھیا نے ہوش درست کرتے ہوئے کہا۔ بیٹا تیری بہن اب کچھ دیر کی مہمان ہے۔ اگر وہ بیاہی جاتی تو افسوس ہی کیا تھا۔ رونا اس کا ہے کہ قزاقِ اجل اس کی متاعِ حیات کو لوٹنے پر آمادہ ہے۔

مسعود (حیرت سے) وہ نہ تو بیمار ہے اور نہ مایوسی کے کچھ آثار پائے جاتے ہیں پھر یہ کیا معمہ ہے۔ صاف صاف بتاؤ کہ اسکے علاج کی صورت نکالی جاسکے۔

بڑھیا (سنبھل کر) بیٹا۔ ہر مہینے اماوس کی رات کو یہاں ایک بلا آیا کرتی ہے جس کو ٹالنے کی خاطر یہاں کا راجہ ہر مہینہ ایک نوجوان لڑکی کو مہادیو جی کی بھینٹ چڑھایا کرتا ہے۔ اس بلا سے سیکڑوں معصوم نوجوان لڑکیاں موت کے گھاٹ اتر چکی ہیں۔ آج تیری بہن کی باری آئی ہے۔ کچھ دیر میں سپاہی اس کو لینے آتے ہی ہوں گے۔ اس لئے سب وقفِ رنج و غم ہیں۔

مسعود۔ بس اتنی سی بات کے لئے یہ ہنگامہ!

بڑھیا۔ گھر اجڑ جائے۔ اور یہ ذرا سی بات ہوئی۔

مسعود۔ تم کوئی فکر نہ کرو۔ اپنی بہن پر میں اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔

بڑھیا (تعجب سے) وہ کیسے؟

مسعود۔ مجھے زنانہ لباس پہنا دو۔ رات کا وقت ہے کون تمیز کرے گا کہ یہ مرد ہے یا عورت علاوہ ازیں داڑھی۔ مونچھ بھی نہیں نکلی کہ شبہ ہو سکے۔

بڑھیا۔ بیٹا۔ تیری ہمت پر صد آفرین ہے۔ اگر مجھے کوئی بیٹا ہوتا تو وہ بھی اپنی بہن کی خاطر جان کی بازی لگانے کی جرأت نہ کرتا۔ مگر تم بھی نوجوان ہو۔ مصیبت زدہ ہو۔ مجھے یہ منظور نہیں کہ تم

میری لڑکی کے لئے اپنی جان خطرہ میں ڈالو۔
مسعود۔ اماں۔ اب دیر مت کرو۔ مجھے اپنا لباس پہناؤ
میری جان، میری نہیں۔ یہ امانت الٰہی ہے وہی اس کی حفاظت کریگا
تم ذرا بھی ملال نہ کرو۔ اگر اللہ کو منظور ہے تو وہ مجھے ہر بلا پر فتح و
نصرت عطا فرمائے گا

(۲)

سپاہی آئے اور مسعود کو سرسوتی سمجھ کر آبادی سے باہر لے گئے خوف
وہراس کا یہ عالم تھا کہ کسی کے منہ سے بات تک نہ نکلتی تھی۔ مندر تک
پہونچنے کی بھی کسی نے جرأت نہیں کی۔ دور سے مندر کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے کہا۔ وہاں چلی جا۔ ہم صبح میں تجھ کو لینے آئینگے۔ مسعود
نے چادر بچھا کر نمازِ عشا ادا کی۔ اور ذکر الٰہی میں مصروف بیٹھا رہا
ٹھیک بارہ بجے ایک دیو پیکر۔ کریہہ المنظر۔ ننگا دھڑنگا۔
کرخت آواز میں کچھ بڑبڑاتا ہوا اس کی طرف بڑھتا نظر آیا۔ مسعود
تلوار سنبھالے منتظر تھا کہ وہ قریب آ پہونچتے ہی حملہ کردے۔ جب وہ
حسب عادت عصمت ریزی کی کوشش کرنے لگا مسعود برق کی سرعت
سے اٹھا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ اس تلوار
خارا شگاف نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور وہ پلید جسم تڑپ
تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

مسعود نے معبود حقیقی کا شکریہ ادا کیا اور اسی انتظار میں
رات بھر جاگتا رہا کہ ممکن ہے اس کا کوئی ساتھی اور آجائے۔ آثارِ
سحر نمودار ہوئے۔ کوئی نہیں آیا۔ اطمینان سے نمازِ فجر ادا کرنے
کے بعد یہ ذکر الٰہی میں مشغول تھا کہ سپاہی آتے ہوئے نظر آئے مگر
اس کو بیٹھا ہوا دیکھ کر ٹھٹک گئے اور دور ہی سے آواز دی۔ کیا
تم کوئی انسان ہے؟

مسعود۔ ہاں۔ اللہ کا احسان ہے۔ زندہ ہوں۔
سپاہی کچھ دیر تو آپس میں سرگوشیاں کرتے رہے۔ پھر ہمت
کرکے آگے بڑھے۔

مسعود مبارک ہو کہ تمہارے گاؤں پر ہر مہینہ نازل ہونے
والی بلائے ناگہانی ہمیشہ کے لئے دور ہو گئی اور اس کے سرِ ناپاک
کو ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ دیکھو وہ بلا یہ تھی۔
سپاہی آگے بڑھ آئے اس کی لاش دیکھی اور اس عجیب
و غریب واقعہ کی اطلاع کرنے مسعود کو ساتھ لئے ہوئے واپس چلے گئے

(۳)

ملابار و زنجبار کا راجہ اپنے پر تکلف تخت پر جلوہ افروز ہے
ارکین سلطنت عمائدین و معززین حاضر دربار ہیں فوجی افسر
نے حاضر ہو کر سجدۂ تعظیم ادا کیا اور یہ عجیب واردات کہہ سنائی
یہ سن کر راجہ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "لڑکی نے بھوت کو مار دیا"
کسی طرح یقین نہیں آتا۔
افسر۔ مہاراج۔ وہ لڑکی حاضر ہے۔ خود اس سے دریافت
فرمایا جا سکتا ہے۔
راجہ۔ اچھا اس کو حاضر کرو۔ (حاضر ہونے پر)
راجہ۔ اے لڑکی تو انسان ہے یا بھوت کہ سیکڑوں لڑکیاں
اس بلائے بے درماں کی نذر ہوئیں اور تو زندہ وسلامت آگئی
مسعود۔ مہاراج مجھے اس قدرت والے نے بچا لیا جس کے
قبضۂ قدرت میں سب کی موت و حیات ہے۔
راجہ (وزیر سے) یہ لڑکی دیوانی تو نہیں کیسی بہکی بہکی باتیں
کر رہی ہے۔
مسعود (اوپر پہنا ہوا زنانی لباس اتار کر) مہاراج میں
لڑکی نہیں لڑکا ہوں اور سرسوتی نہیں مسعود۔ حیرت و استعجاب کے
عالم میں دربار پر سناٹا چھا گیا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ
کیا معمہ ہے۔ وزیر کے کہنے پر مسعود نے اپنی داستان اس طرح بیان کی
مہاراج۔ میں خطۂ عرب کا رہنے والا مسلمان ہوں۔ ملابار
اور زنجبار کو تجارتی جہاز لے کر کئی بار آیا اور گیا۔ لیکن ایک سال
کا عرصہ ہوتا ہے کہ حسب معمول اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جہاز میں

مال لے کر آرہا تھا۔ کہ طوفان عظیم برپا ہوا۔ اور جہاز ٹکرا کر پاش پاش ہوگیا۔ اللہ نے اپنے فضل سے ایک تختہ کے سہارے مجھے کنارے پر پہونچادیا۔

راجہ۔ اب یہاں کہاں ٹھہرے ہو اور کیا کام کرتے ہو؟

مسعود۔ اس تباہی کے بعد کچھ عرصہ تو پریشان پھرتا رہا۔ پھر سرسوتی کی ماں نے اپنے گھر میں ٹھہرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ سرسوتی میری بہن بن گئی اور اس کی ماں میری ماں۔ پھیری کر کے بیوپار کرتا اور اسی آمدنی سے گذر بسر کرتا رہا۔

راجہ۔ پھر سرسوتی کے عوض تم وہاں کیسے پہنچے۔

مسعود۔ مجھے اپنے مالک حقیقی پر بھروسہ تھا کہ جس نے طوفان عظیم میں میری دستگیری فرمائی وہی اس بلائے ناگہاں سے بھی بچائیگا

راجہ۔ کیا تم ہندو نہیں ہو؟ تمہارا دین کونسا ہے؟

مسعود۔ میں ہندو نہیں ہوں۔ خطۂ عرب میں جو نبی پیدا ہوئے ہیں میں ان کا پیرو ہوں۔ ہمارا مذہب یہ تعلیم دیتا ہے کہ خدا کی پرستش کے ساتھ اس کے بندوں کی بھی خبر گیری کی جائے۔

راجہ۔ تمھارا خدا کون ہے؟ اور ہمارے معبودوں کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟

مسعود۔ مہاراج اسی واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ آپ کی قوم جس مہادیو کی پرستش کرتی ہے اس کی بے چارگی اور مجبوری کا یہ عالم ہے کہ اسی کے مندر میں سیکڑوں بے قصور لڑکیوں کی عزت بھی گئی اور جان بھی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ مگر ہمارا معبود ایسی قدرت والا ہے ایک کم عمر اور کمزور انسان کے ذریعہ کوہ پیکر اور قوی ہیکل موذی کو دفع کیا۔ اور اس طرح آیندہ ہونے والے سیکڑوں خون سے آپ کے ملک کو بچالیا۔

راجہ۔ اس بلا کے پریشان کرنے کا مقصد کیا تھا؟

مسعود۔ زیورات لوٹنا۔ اور نفسانی خواہش کی تکمیل کرنا

وزیر۔ تمہارے کہنے کا ہم کو اس وقت یقین آئے گا کہ آیندہ اماوس کو وہ بلا پھر نازل نہ ہو۔ اور پھر اس رات کو وہاں تم کو جانا پڑے گا۔

مسعود۔ آپ کی خاطر یہ بھی منظور ہے لیکن میرا کہنا سچ نکلا تو کیا آپ اور آپ کے ساتھی اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوں گے۔

راجہ۔ خیر۔ اس معاملہ پر اسی وقت غور کیا جائے گا۔

(۴)

مسعود صحیح وسلامت راجہ کے دربار سے نکل کر بڑھیا کے گھر پہنچا تو اس کو بھوت سمجھ کر سب کنارہ کش ہونے لگے لیکن مسعود کی خوش اخلاقی حسن عمل اور خلوص نے خلیج مغایرت کو پاٹ دیا۔ اور وہ ایسے گرویدہ ہوئے کہ گھر کا گھر مشرف بہ اسلام ہوا۔ مورتیاں نکال کر پھینکی گئیں۔ اور جہاں دیوتاؤں کے بھجن گائے جاتے تھے۔ وہاں زمزمہ توحید ہوا میں گونج کر اس کی کثافتوں کو لطافتوں سے مبدل کر دیا۔

(۵)

دوسری اماوس کو مسعود پھر زنانہ لباس میں مندر کے پاس پہونچایا گیا۔ اس نے حسب سابق عبادت و ذکر حق میں رات بسر کی۔ کوئی واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا۔

صبح میں سپاہی آئے۔ اور دلیری کے ساتھ آگے بڑھ کر مسعود سے ملے۔ لیکن آتے ہوئے جب اس کو اٹھتے بیٹھتے اور جھکتے ہوئے دیکھا۔ حیران تھے کہ یہ غیر معمولی حرکتیں کیا معنی رکھتی ہیں۔ آخر ان سے رہا نہ گیا۔ پوچھے۔ تم عورت سے مرد کیسے بن گئے۔ اور اس طرح نشست و برخاست کیوں کر رہے تھے۔

مسعود۔ جس مالک حقیقی نے مجھ جیسے کمزور کو شجیع اور طاقتور بنا کر ایسی زبردست بلا سے بچایا ہے اس کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔

سپاہی۔ مہادیوجی کی پرستش کرو۔ انہیں کی مہربانی سے تمھاری جان بچی ہے۔

مسعود (تعجب سے) مہادیو نے جان بچائی؟ جس کے سامنے سیکڑوں بے گناہ اور بیکس دوشیزاؤں کی عصمت دری کی گئی ناحق قتل کیا گیا۔ ان کی حفاظت کیوں نہیں کی اور خاص طور پر

مجھ پر ایسا کی نظرِ عنایت کیسے مبذول ہوگئی۔ ع

این خیال است و محال است و جنوں

مجھے بچانے والا۔ وہ قدرت والا ہے جس نے تم کو ہم کو اور ساری کائنات کو پیدا کیا۔ وہی کھلاتا ہے پلاتا ہے۔ جلاتا ہے اور مارتا ہے۔

سپاہی۔ پھر تمہارا خدا کہاں ہے؟

مسعود۔ میرا خدا ہر جگہ جلوہ افروز ہے ہر ذرہ اس کے نور سے چمک رہا ہے۔ گلزارِ جہاں کا ہر پھول اسی کی عنایت سے مہک رہا ہے۔ اسی نے ہم کو حیوان کے عوض انسان بنایا۔ عقل و فہم عطا فرمائی۔ روشن آنکھیں دیں۔ دل و دماغ دیے صحت۔ طاقت عزت۔ دولت۔ غرض ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال کیا۔ ایسے منعمِ حقیقی کو چھوڑ کر ایسی معدوم اور مجبور ہستیوں کو پوجنا جو کچھ بنا سکتے اور نہ بگاڑ سکتے نفع پہنچانے پر قادر اور نہ نقصان پہنچانے کے مجاز کیا حاجت روا ہوں گے اور کیا کسی کی دستگیری کر سکیں گے۔

سپاہی۔ کیا ہمارے آبا و اجداد سب کم عقل اور ناسمجھ تھے جو ان بتوں کی پرستش کرتے تھے۔

مسعود۔ عقلمند تھے یا نہیں اس کا فیصلہ تم خود کر لو جب تک انسان کو سیدھے راستہ کا پتہ نہ چلے وہ جس روش پر چل رہا ہو اسی کو راہِ نجات سمجھتا ہے۔ ممکن ہے ان کو ایسا موقعہ نہ ملا ہو کہ حق و صداقت کی روشنی میں ہر چیز کا مطالعہ کرتے اور حق پرستی کے عوض باطل پرستی میں عمر ضائع نہ کرتے۔

سپاہی۔ راجہ اور اس کے درباری تمہارے منتظر ہونگے چلو تم فرصت سے آملینگے

(۶)

راجہ مسعود کو زندہ دیکھ کر اور اس بلائے بے درماں سے ہمیشہ کیلئے نجات پانے کے سبب بے حد خوش ہوا۔ اور مسعود کو گراں بہا انعام سے سرفراز کرنا چاہا۔

مسعود۔ مہاراج جو کچھ میں نے کیا یہ انعام و دولت کے لالچ میں نہیں بلکہ دوسروں کے فائدے اور بہبودی کی خاطر تن من۔ دھن کی قربانی مسلمان کا فرض ہے۔ میں نے اپنا فرض ادا کیا۔ اب آپ اپنا وعدہ ایفا کریں۔

راجہ۔ میں نے تم سے کیا وعدہ کیا تھا؟

مسعود۔ گمراہی کی تاریکیوں سے نکل کر ہدایت کی روشنی میں آنے کا۔ اور فانی زندگی کے عوض حیات دائمی حاصل کرنے کا اقرار پورا کیجئے۔

وزیر۔ اچھا ہم اس پر غور کرینگے۔ مہاراج ازراہ ہمت افزائی جس انعام سے سرفراز کرنا چاہتے ہیں اس کو قبول کر لو۔ ان کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔

مسعود۔ آپ کی یہی خوشی ہے تو مجھے منظور ہے۔

(۷)

آج مالابار و زنجبار میں لاکھوں مسلمان جو آباد ہیں۔ یہ سب مسعود علیہ الرحمۃ کے بوئے ہوئے شجرِ اسلام کے اثمار و برگ و بار ہیں۔ مثل ہے کہ چراغ سے چراغ جلتا ہے۔ اس شمع ہدایت نے گمراہی و ضلالت کی انتہائی تاریکی کو دور کر کے انوار و تجلیاتِ ایمان و عرفان سے منور کر دیا۔

درحقیقت اسلام میں ایسی جاذبیت اور کشش ہے کہ مسلمان کے حسنِ عمل۔ خوش خلقی اور ایثار و ہمدردی غیر اقوام کو دعوت اسلام پیش کرتی اور گرویدہ بناتی ہے۔

؎ کرے جو اتباعِ اسوۂ حسنہ مسلماں ہے
یہی مقبولیت کا راز ہے معراجِ انساں ہے

✻

فخرِ مشرق جناب مولانا شفیق صاحب جونپوری

اردو زباں بھی گویا گلدستۂ وفا ہے
پرچمِ اتحادِ اقوام کا بنا ہے
ہندی بھی فارسی بھی حق عرب بھی شامل
میرا ادب نہیں ہے جام جہاں نما ہے

ناظرین کی رائے

پیرزادہ خطیب الہند حضرت مولانا سید مظہر ربانی صاحب جبلپوری

بھائی مشتاق نظامی ـــــ السلام علیکم

اللہ آپ کو نظر بد سے بچائے اور شر پسند عناصر کے حملوں سے محفوظ رکھے۔ اسکے بعد دیگرے آپکے دو رسالے نظر سے گذرے پاسبان کا دروازۂ ہند (بمبئی) پر ہونا بہت موزوں ہے۔

اہلسنت میں ترقی کی قابلیتیں اور اپنے مشن کو ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مضبوط اساس پر چلا لینے کی صلاحیتیں نہ پہلے مفقود تھیں نہ اب مفقود ہیں لیکن میرے بھائی! مجھے یہ دیکھ کر ہمیشہ افسوس ہوا کہ ہم نے اپنی ترقی پسند صلاحیتوں کو اپنی ذات کیلئے نہیں مگر قوم وملت کے لئے اکثر تنگ راستوں پر استعمال کیا جس کا نتیجہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اگر خوش فہمیوں کی عینک اتار کر دیکھا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ دنیا کی اس طویل وعریض زمین پر جہاں باطل کی گندی لاش کو محض اس کے مدبرانہ طریق کار کے باعث باعزت اسٹیج پر پھولوں کے غلاف میں رکھا جا رہا ہے وہیں حق وصداقت کا جنازہ صرف حسن تدبر کی کمی سے ہر سیٹ سے ڈھکیں کر ٹھوکروں کا فٹ بال بنایا جارہا ہے

آپکے رسالۂ پاسبان کو دیکھ کر ابتدا میں مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی اسلئے کہ اس قسم کی دیدہ زیب ودلفریب کلیاں کئی بار ہمارے گلشن امید میں چٹک کر اور چند لمحے دل لبھا کر ہمیشہ کے لئے نذر خزاں ہو چکی ہیں جن کی اٹھان وعنفوان نے بڑی حد تک ہماری جماعت کے مشام کو قبل از وقت تخیل ہی تخیل میں معطر و عنبر بنا ڈالا تھا۔

آج علم وادب کے ان لہکتے ومہکتے ہوئے پھولوں کا کوئی چرچا ہماری دنیا میں نہیں ہے جنھیں کل ہم اپنی ملت کے سب سے اونچے قطب مینار کے تاج پر کھونس رہے تھے۔ میں مانتا ہوں کہ زمانہ کی مساعدت نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اس لئے ہم آگے نہ بڑھ سکے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اکثر اوقات ہم نے اپنی پست افکاری سے زمانہ کو ساتھ چھوڑ دینے پر خود مجبور کر دیا۔

محترم دوست! میں آپکی مخلصانہ مساعی کی دل سے قدر کرتا ہوں نیز آپکی مدیرانہ توانائیوں کا پوری طرح معترف ہوں مگر مسلسل ٹھوکروں نے اور بار بار کی حوصلہ شکنیوں نے طبیعت کو اس درجہ شکی اور وہمی بنا دیا ہے کہ اب پاسبان جیسے ملتِ اسلامیہ کے نگہبان اور احکام شریعت کے مرصع ایوان کو دیکھ کر بھی دل میں ابلتی ہوئی خوشی کو ظاہر کر دینا خلاف مصلحت نظر آتا ہے۔ میری قلبی دعائیں اور خدا نے چاہا تو عملی اعانتیں آپکے پاسبان کی ہمزبان رہیں گی بشرطیکہ پاسبان پوری جرأت وجسارت کے ساتھ اپنی مدبرانہ اسی روش پہ گامزن رہے جس پر صرف دو قدم چل کر اسنے ملک کی مقتدر شخصیتوں اور بیدار مغز ہستیوں کو بیک نظر اپنی ادائے پاسبانی کا گرویدہ کر لیا ہے۔

مجھے یہ دیکھ کر بیحد مسرت ہے کہ ہمارے پاسبان کا سینہ ان بلند حوصلہ ارباب فکر ونظر کی نگارشات کا مخزن ہے جنکی حق پرستانہ تدبیر عمل ایک طرف پاسبان کو فریضۂ پاسبانی سے غافل نہ ہونے دیگی اور دوسری طرف اپنے محافظ کو مدافعت اغیار کے لئے وقت کے ضروری ہتھیاروں سے مسلح رکھنے کی کوشش کریگی۔

نبیرۂ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت القادری الجیلانی البغدادی۔ امیر دائرہ قادریہ ——— کلکتہ

کرمفرمائے بندہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پاسبان آیا مطالعہ کیا۔ اس کو اپنی نوعیت کا واحد رسالہ دیکھ کر غیر معمولی مسرت حاصل ہوئی "پاسبان" میں قرآن کریم کی تجلیاں۔ احادیث پاک کی جلوہ ریزیاں۔ سیرتِ صحابہ کرام و اولیاء عظام کی ضوفشانیاں کارفرما ہیں ——— خداوندا! اس "پاسبان" کو دینِ متین کا پاسبان، مذاہبِ حقہ کا پاسبان اہل سنت کا پاسبان۔ اسوۂ حسنہ کا پاسبان۔ شریعت و طریقت کا پاسبان حقیقت و معرفت کا پاسبان۔ عربی و فارسی کا پاسبان نیز ملکی بولی اردو کا پاسبان بنا۔

بنا اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے بنا

دعا ہے!

یہ چشمۂ نور بنے کہ ——— اس کے نور کے سوتے بہ نکلیں اس کی سیمیں شعاعیں تیرہ دلوں کو منور و متجلی کریں۔ اسکے بصیرت افروز مضامین شمعِ ہدایت بنیں۔ اسکی پُرکیف نظمیں میگسارانِ بادۂ عرفان کے دلوں پر ضیا پاش ہوں ——— آمین۔

امید ہے کہ ——— احباب اس کی اشاعت میں کوشاں ہوں تاکہ ——— پاسبان کی نورانی زندگی۔ آپکی پیہم کوششوں سے درخشاں رہے ——— والسلام۔

از امام النحو حضرت مولانا وصی احمد صاحب قبلہ سہسرام

مدیر محترم! دامت برکاتہم سلام مسنون۔

ہر قوم کی بقا اس کی بیداری اور ہوشیاری پر موقوف ہے، غافل قوم نہ تو زندہ رہ سکتی ہے اور نہ تو کوئی ترقی کی راہ چل سکتی ہے۔ دورِ حاضر میں مسلمانوں کی غفلت کس حد تک پہنچ چکی ہے یہ تو ہر باخبر کے مشاہدے میں آرہا ہے۔

چور اسی گھر میں چوری کرسکتا ہے جس گھر کے لوگ غفلت کی نیند میں خراٹے لے رہے ہوں بخلاف جس گھر کے لوگ بیدار و ہوشیار ہونگے کسی چور کی مجال نہیں کہ اس مکان میں چوری کرسکے جس خزانے پر رات دن سنگینوں کے پہرے پڑ رہے ہونگے کسی چور کسی لٹیرے کی ہمت نہیں ہوسکتی کہ اس کے گرد بھی پھٹک سکے۔

اور یہ حقیقت بھی مسلّم ہے کہ قوم میں بیداری کی روح پھونکنا اس کے لئے علمائے کرام اہلسنت ہی ذمہ دار بنائے گئے ہیں۔ اس پر آشوب زمانے میں جلد از جلد نہایت ضروری ہے کہ تمام ملک کے اہلسنت علمائے کرام اپنے انتشار کو دور فرماکر اپنے بکھرے ہوئے شیرازے کو مجتمع و مستحکم بنا کر قوم کو بیدار کرنے کا بیڑہ اٹھائیں۔ اس کے لئے یہ آسان تدبیر لگتی ہوئی ہے کہ آپ اپنے ماہنامہ "پاسبان" جسے دیکھ کر مجھے بیحد خوشی ہوئی اور میں اسکے لئے دعاگو ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے ارادے میں کامیاب بنائے" کے چند صفحے مخصوص کردیں اور ملک کے ہر صوبے میں حلقہ حلقہ بٹوارہ کرکے خواہ وہ حلقہ ڈاکخانہ کا ہے یا تھانہ کا اعلان کرکے جہاں جہاں بھی سنی عالم اور مشائخ ہوں ان کے نام نامی اور پورا پتہ حاصل کرکے ان کے برگزیدہ ناموں کی فہرست پورے پتہ کے ساتھ جمع کرلیں اس مقصد میں کامیاب ہوکر بعد کی موثر تدبیریں ان شاء اللہ المولیٰ العزیز عمل میں لائی جائینگی۔

عالم نبیل حضرت مولانا مصباح الدین احمد صاحب

ناظم مدرسہ اسلامیہ عربیہ مانجھوم

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم۔

آپکا پاسبان نظروں سے گذرا حقیقت ہے کہ ایسے برے رفتار زمانہ میں جبکہ وہابیت نجدیت کے ناپاک بادلوں نے مسلمانوں کو گھیر رکھا تھا ایسے موقع پر قوم مسلم کو ایک پاسبان کی اشد ضرورت تھی مشیتِ ایزدی نے یہ سہرا آپکے سر سرفراز کیا۔ پاسبان کا ہر ایک مضمون قابل دید و لائق تحسین ہے۔ حضرات علمائے کرام و صوفیاء عظام پاسبان کو تصاویر اور معموں کی لغویات سے منزہ پاکر دست بدعا ہیں کہ اللہ پاک سرکار مدینہ کے صدقے میں پاسبان کو روز افزوں

غزل

از انوار احمد نظامی بہرامی

سوزِ غم ہے اور مری تنہائیاں
اس پہ ظالم بے سروسامانیاں

دب گئے تھے شعلہ ہائے غم مگر
پھر ابھر آئی ہیں کچھ چنگاریاں

سن لیا ہے انکے آنے کی خبر
کر رہا ہے دل چمن آرائیاں

مجھ کو روتا دیکھ کر وہ ہنس دیئے
اور بھی دل پہ گرا دیں بجلیاں

خونِ دل سے دامنِ محبوب پر
کر رہا ہوں عشق کی گلکاریاں

ہو گیا بیگانۂ ہوش و خرد
جب سے دیکھیں حسن کی رعنائیاں

تو نہیں لیکن یہ کیا ہے ماجرا
چلتی پھرتی ہیں تری پرچھائیاں

دل کی ہر دھڑکن میں انکی یاد ہے
کیوں نہ بڑھ جائیں مری بیتابیاں

جب سے ان کا دامن آیا ہاتھ میں
ہو گئیں آسان سب دشواریاں

دیکھئے جوشِ جنوں اب کیا کرے
عشق پھر لینے لگا انگڑائیاں

اے نظامی اس قدر روتا ہے کیوں
عشق میں ہوتی ہی ہیں رسوائیاں

کیا آپ نے اس کو نہیں دیکھا؟

اہلِ ذوق کے پیہم اصرار احباب کی مسلسل فرمائش کے پیشِ نظر پاسباں کے صفحات پر بزمِ مشاعرہ کا جنوری ۱۹۵۵ء سے مستقل عنوان قائم کر دیا گیا ہے چنانچہ اس مرتبہ بھی ہدیۂ ناظرین ہے۔
اس مرتبہ۔ رہبرِ شعرا حضرت بابا فرید صاحب متھراوی بمبئی کا پیش کردہ مصرع طرح آپکی طبع آزمائی کے لئے حاضر ہے۔

مصرع طرح پر نعت و غزل دونوں کہہ سکتے ہیں

نوٹ:۔ ۱۵ اپریل تک موصول ہونے والی نعت و غزل شریک اشاعت ہو سکے گی ورنہ ہم عدمِ اشاعت پر معذور ہونگے شعراء کے نام حروفِ تہجی کے اعتبار سے ترتیب پائینگے

مصرع طرح:۔ کتنا سکوں نواز مرا اضطراب ہے۔ انوار احمد نظامی

سند حاصل کر لیجئے!

(۱) اگر آپ پرائیویٹ طور پر طب یونانی کی سند حاصل کرنا چاہتے ہیں (۲) اگر آپ پرائیویٹ طور پر سند علم تفسیر سند علم حدیث سند علم فقہ حاصل کرنا چاہتے ہیں (۳) اگر آپ پرائیویٹ طور پر قاری ہونے کی سند حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ (۴) اگر آپ پرائیویٹ طور پر قاضی شرع ہونے کی سند حاصل کرنا چاہتے ہیں (۵) اگر آپ روئے زمین کے کسی بزرگ کا سلسلہ طریقت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

تو پتہ ذیل پر خط و کتابت کیجئے

عورت اور شریعت

اگر آپ از روئے شریعت بدون طلاق یا وفات شوہر مندرجہ ذیل عورتوں کی مشکلات حل کرنا چاہیں تو بھی پتہ ذیل پر خط و کتابت کیجئے۔

(۱) جس عورت کا شوہر پاکستان چلا گیا ہو (۲) جس عورت کا شوہر غائب ہوا اور اس کا پتہ معلوم ہو (۳) جس عورت کے شوہر کی عمر بھر کی قید ہو (۴) جس عورت کا شوہر مفقود الخبر اور لاپتہ ہو (۵) جس عورت کا شوہر مجنوں بر وص، جذامی عنین یا نامرد ہو (۶) جس عورت کا شوہر نان و نفقہ نہ دیتا ہو (۷) جس عورت کا نابالغی میں نکاح ہوا ہو اور وہ بعد بلوغ راضی نہ ہو (۸) جس عورت کا شوہر مرتد ہو گیا ہو یا عورت مرتد ہو گئی ہو (۹) جس عورت کا شوہر مذہبی اختلاف رکھتا ہو (۱۰) جس عورت کا نکاح غیر کفو میں ہو گیا ہو۔ (۱۱) جس شخص نے اپنی ساس یا بیٹے کی بیوی سے زنا کیا ہو (۱۲) جس عورت نے کچہری حکومت سے آزاد ہو جانے کا حکم حاصل کر لیا ہو۔

پتہ:۔ الحاج مفتی محمد ارشاد حسین صاحب سند یافتہ کہ معلم شیشگڑھ ضلع بریلی (یو پی) المشتہر ناشر جماعت انوار مصطفےٰ شیشگڑھ۔

یہ سمجھ کر مدد طلب کی جاتی ہے کہ یہ محبوبانِ الٰہی اور اسکے برگزیدہ بندے ہیں۔ رب کریم نے اپنے خزانۂ قدرت سے انھیں قدرت وتصرف کی نعمتوں سے مالامال کیا ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم ذات وصفات کی معرفت وپہچان کے بعد عبادت کا شعور وسلیقہ بتلایا اور اس کے بعد دعا کی تعلیم فرمائی اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ بندے کو عبادت کے بعد مشغول دعا ہونا چاہیئے۔ حدیث شریف میں بھی نماز کے بعد دعا کی تعلیم فرمائی گئی ہے صراط مستقیم سے مراد اسلام یا قرآن یا خلق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یا حضور کے آل واصحاب ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صراط مستقیم وہی ہے۔ جو طریق اہلسنت ہے۔

صراط الذین انعمت علیھم۔ یہ جملہ اولیٰ کی تفسیر ہے کہ صراط مستقیم سے طریق مسلمین مراد ہے اس سے بہت سے مسائل حل ہوتے ہیں کہ جن چیزوں پر بزرگان دین کا عمل رہا ہو وہ صراط مستقیم میں داخل ہے جیسے میلاد وقیام وعرس وغیرہ۔

غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ اس سے معلوم ہوا کہ طالب حق کو دشمنانِ خدا سے اجتناب اور ان کی رسم وراہ وضع واطوار سے پرہیز لازم ہے۔

مسئلہ۔ ضاد اور ظاء میں مباینت ذاتی ہے اس لئے غیر المغضوب کو ظاء کے ساتھ اگر بالقصد پڑھا گیا تو تحریف قرآن ہے اور یہ کفر ہے ورنہ ناجائز۔

مسئلہ۔ جو شخص ضاد کی جگہ ظاء پڑھے اس کی امامت جائز نہیں۔

آمین۔ اس کے معنی ہیں ایسا ہی کر۔ یا قبول فرما۔

مسئلہ۔ یہ کلمہ قرآن نہیں ہے۔

مسئلہ۔ سورہ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا سنت ہے۔

مسئلہ۔ حضرت امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں آمین آہستہ کہی جائے۔

غزل :— از جناب ظفرؔ صاحب قادری مبارکپوری

آج ہر سانس شرر بار ہوئی جاتی ہے — زندگی بر سرِ پیکار ہوئی جاتی ہے

بزم میں ساغرِ رنگین کے کھنکنے کی صدا — جیسے تلوار کی جھنکار ہوئی جاتی ہے

اب یہ اندھیر تری بزم میں شاید نہ رہے — شمعِ احساس شرر بار ہوئی جاتی ہے

سایۂ زلفِ پریشاں میں سکوں کیا ملتا — صبحِ امید شبِ آثار ہوئی جاتی ہے

اب تری یاد بھی ہے تلخیٔ ایام کے ساتھ — لذتِ غم خلشِ خار ہوئی جاتی ہے

چاہتا کون ہے تشہیرِ محبت لیکن — خامشی درپئے اظہار ہوئی جاتی ہے

پھر کوئی فتنۂ تازہ تو نہیں ہے درپیش — کیوں نظر طالبِ دیدار ہوئی جاتی ہے

گنگناتا ہوا یہ کون چمن میں آیا، — ہر کلی مائلِ گفتار ہوئی جاتی ہے

اشکِ قمر :— از جناب قمرؔ صاحب بلیاوی

دل انکو دیکر دیکھ چکے ایماں بھی مٹا کے دیکھ چکے — سب عقل و خرد کی دنیا کو ہم اپنی لٹا کے دیکھ چکے

انجام وفا کا دیکھ چکے آثار دعا کے دیکھ چکے — کھنچتا ہی رہا انکا دامن ہم ہاتھ بڑھا کے دیکھ چکے

دیدار کی حسرت رکھتا ہے تو تابِ نظارہ پیدا کر — جو دیکھنے والے آئے تھے وہ طور جلا کے دیکھ چکے

ہے ضبطِ محبت ناممکن دل ٹھہرے تو آنسو بھر آئیں — سوزِ غمِ فرقت چھپ نہ سکا ہر چند چھپا کے دیکھ چکے

اب فصلِ بہاری ہو کہ خزاں سب انکی نظر میں یکساں ہے — جو دور وطن سے خوابِ وطن کی صبح و مسا کے دیکھ چکے

اے دوست تو ان خدمت کچھ لطف اسی کو آتا ہے — دنیا میں جو مثلِ عالمگیر بلاران چڑھا کے دیکھ چکے

ہوتا ہے نہ ہوگا اے قمر دنیا میں محبت کا حاصل — تنہائی کی کالی راتوں میں ہم اشک بہا کے دیکھ چکے

از استاذ العلماء جلالۃ العلم حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ صدر مدرس مدرسہ اشرفیہ مبارکپور

اس عنوان کے تحت ابتک جتنی حدیثیں مذکور ہوئیں ان سے بداہت ثابت ہوا کہ "صراط مستقیم" صرف مذہب اہلسنت و جماعت ہے اس کے علاوہ بھی مدعیانِ اسلام کے بہتر ۷۲ فرقے ہیں وہ سب گمراہ ہیں۔ ان بہتر فرقوں کے گمراہ ہونے پر سلف صالحین، ائمہ دین کا اتفاق ہے البتہ ان کی تفصیل میں اختلاف ہے تفسیر مدارک شریف میں اس طرح مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ راہ راست ہے خدائے تعالیٰ کا یہی راستہ ہے اس کی پیروی کرو۔ اس کے بعد دونوں طرف چھ چھ ۶ خط ٹیڑھے کھینچے اور فرمایا یہ شیطانی راستے ہیں ہر راستے پر شیطان ہے اپنی طرف بلاتا ہے اس سے پرہیز کرو اور یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ (ترجمہ) بیشک یہ ہے میرا راستہ اسی پر چلو۔ اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دینگی۔

اس کے بعد صاحب مدارک نے فرمایا کہ ان بارہ راستوں میں سے ہر راستے کے چھ چھ راستے ہوگئے اس طرح گمراہوں کے بہتر ۷۲ فرقے ہوگئے۔

مواقف شریف میں یہ تفصیل ہے! اسلامی فرقے آٹھ ۸ ہیں معتزلہ ۱ شیعہ ۲ - خوارج ۳ - مرجیہ ۴ - نجاریہ ۵ - جبریہ ۶ - مشبہ ۷ ناجیہ ۸ اس کے بعد پھر باہمی اختلاف سے شاخ در شاخ ہوتے رہے تاکہ ایک ایک کے کئی کئی فرقے ہوگئے۔ چنانچہ معتزلہ کے بیس فرقے ہوئے اور شیعہ کے بائیس ۲۲ اور خارجیوں کے بیس ۲۰ فرقے اور مرجیہ کے پانچ نجاریہ کے تین اور جبریہ و مشبہ نے تفریق نہیں کی اور "فرقہ ناجیہ" اہل سنت و جماعت ہے اس طرح کل تہتر ۷۳ فرقے ہوئے کہ اہلسنت و جماعت کے علاوہ سب جہنمی ہیں۔

حضرت شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مواقف کے قول کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ احادیث کریمہ میں خط مستقیم کے دائیں بائیں خط کھینچنا تو مذکور ہے لیکن کسی عدد کی تعیین نہیں ہے۔

مدارک شریف میں جو حدیث نقل فرمائی ہے اس میں خط مستقیم کے دونوں طرف چھ چھ خط مذکور ہیں جس سے گمراہوں کے بارہ فرقے معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ان بارہ ۱۲ کے بہتر کس طرح ہوئے حدیث اس سے ساکت ہے۔

صاحب مدارک کا یہ قول کہ ان بارہ میں سے ہر ایک کے چھ چھ فرقے ہوگئے اس پر نہ حدیث کی دلالت ہے نہ تاریخ اس کی شاہد۔ البتہ گمراہوں کے بہتر ۷۲ فرقے ہونا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اس حدیث میں بارہ کا عدد انحصار کے لئے نہیں بلکہ تشبیہ و تفہیم کے لئے ہے مواقف کے قول کی تائید اجمالاً حدیث سے ہوتی ہے اور تفصیلاً تاریخ اس کی مؤید ہے واقعات شاہد ہیں اسی لئے حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے صاحب مواقف کے قول کو ترجیح دی ہے۔

(باقی آئندہ)

استغاثہ

ایم اے رعنا صاحب صابری جمشید پوری بمبئی

منڈلا رہے ہیں کفر کے بادل ادھر ادھر
امداد کو اب آئیے یا سید البشر

رنج والم کا بار اٹھائے ہوئے ہیں ہم
رسم وفا جہاں میں نبھائے ہوئے ہیں ہم
یاد آپ کی دلوں میں بسائے ہوئے ہیں ہم
اک آگ سی جگر میں لگائے ہوئے ہیں ہم
آتی نہیں خدا کی قسم نیند رات بھر —— امداد کو اب...

سچ ہے کہ اس جہاں کو بسائے ہوئے ہیں آپ
ناز اپنی امتوں کے اٹھائے ہوئے ہیں آپ
پھر بھی ہے بات کیا جو چھپائے ہوئے ہیں آپ
کیوں یاد اب ہماری بھلائے ہوئے ہیں آپ
ہم بیکسوں کی آکے ذرا لیجئے خبر —— امداد کو اب....

اک تلخ سی لبوں پہ ہنسی آرہی ہے کیوں،
یہ زندگی وبال ہوئی جا رہی ہے کیوں،
مایوسیوں کی کالی گھٹا چھا رہی ہے کیوں
دنیا ہماری آج لٹی جا رہی ہے کیوں
محبوب کردگار کرم کی ہو اک نظر —— امداد کو اب....

ایران و مصر و عرب و عجم ہند و پاک کا
بدلا ہوا ہے رنگ ہے بگڑی ہوئی فضا
بڑھتا ہی جا رہا ہے یہاں ظلم ناروا
اک آپ ہی کا دونوں جہاں میں ہے آسرا
ہمدرد کوئی دہر میں آتا نہیں نظر —— امداد کو اب....

ظلم و ستم کی دھوپ سے حیران ہیں سبھی
امن و اماں کی ملتی نہیں چھاؤں اب گھنی
عالم ہے نفسی نفسی کا ہے سخت یہ گھڑی
بے چین غم میں ساری خدائی ہے آپ کی
امت ہے خستہ حال و پریشان سربسر —— امداد کو اب....

بیدرد ظالموں کے ستم سے ہے چشم نم
فتنے جگا رہے ہیں یہاں ان کے ہر قدم
ہم آپ کے غلام ہیں کب تک اٹھائیں غم
گھبرا کے ان جفاؤں سے اب یا شہِ امم
نکلے ہیں سر سے ہم بھی کفن آج باندھ کر —— امداد کو اب....

امید کا چراغ بجھا جا رہا ہے آج،
رعنا چمن خوشی میں لٹا جا رہا ہے آج
ساحل بھی ہم سے دور ہوا جا رہا ہے آج
موجوں کا زور شور بڑھا جا رہا ہے آج
گھیرے ہوئے ہے کشتیٔ اسلام کو بھنور —— امداد کو اب...

از تاج العلماء حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب صدر مدرس مدرسہ مظہر اسلام بمبئی

مسئلہ :- وضو کی تین قسمیں ہیں (۱) فرض ۔ جیسے نماز کے لئے وضو کرنا (۲) واجب ۔ جیسے کعبہ شریف کے طواف کے لئے وضو کرنا (۳) مستحب ۔ جیسے سونے کے لئے وضو کرنا (عالمگیری) بعض فقہائے کرام نے وضو کی چار قسمیں قرار دی ہیں تین یہ اور ایک سنت جیسے اذان و اقامت کے لئے وضو کرنا ۔

مسئلہ ۔ نماز خواہ فرض ہو یا غیر فرض بہرصورت اسکے لئے وضو کرنا فرض ہے (ردالمختار) مسئلہ ۔ سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ کے لئے بھی وضو کرنا فرض ہے کیونکہ یہ دونوں نماز کے ساتھ ملحق ہیں جو اس کا حکم ہے وہی ان کا ہے (مستفاد از ردالمختار)

مسئلہ ۔ قرآن مجید کو چھونا ہو تو وضو کر لینا ضروری ہے (ردالمختار)

مسئلہ ۔ اگر کعبہ شریف کا طواف بے وضو کر لیا تو طواف ہو گیا لیکن چونکہ اس کے لئے وضو واجب ہے اس لئے واجب کا ترک لازم آیا اور یہ گناہ ہے (عالمگیری) مسئلہ ۔ مندرجہ ذیل صورتوں میں وضو کرنا مستحب ہے (۱) جب سونے کا ارادہ ہو (۲) جب سو کر اٹھے (۳) ہمیشہ باوضو رہنے کے خیال سے (۴) وضو علی الوضو کی فضیلت پانے کے لئے (۵) مردہ کو غسل دینے کے بعد (۶) مردہ کو اٹھانے اور کندھا دینے کے بعد (۷) ہر نماز کے وقت سے قبل تاکہ جب وقت آئے اپنے کو باوضو پائے اور اول وقت نماز ادا کرنے پر قادر ہو سکے ۔ نیز اس میں فریضہ صلوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام ہے (۸) غسل جنابت سے پہلے (۹) غسل کی حاجت ہو تو کھانے سے پہلے (۱۰) غسل کی حاجت ہے تو کسی چیز کے پینے سے پہلے (۱۱) جنب اگر پھر وطی کرنی چاہے تو وطی سے پہلے (۱۲) غضب اور غصہ کے وقت (۱۳) حدیث پڑھنے کے لئے (۱۴) حدیث روایت کرنے کے لئے (۱۵) علوم دینیہ پڑھنے کے لئے یوہیں پڑھانے کے لئے (۱۶) جمعہ اور عیدین کے علاوہ دوسرے خطبوں کے لئے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو (۱۷) کتب شرعیہ چھونے کے لئے (۱۸) ذکر و اشغال کے لئے (۱۹) غسل کی ابتدا کرتے وقت (۲۰) ہر نماز کے لئے اگر وضو ہو ورنہ فرض ہے جیسا کہ گذرا (۲۱) غیبت کرنے کی وجہ سے (۲۲) جھوٹ بولنے کی وجہ سے (۲۳) قہقہہ لگانے کی وجہ سے ۔ یہ حکم اس قہقہہ کا ہے جو بحالتِ نماز نہ ہو کیونکہ نماز کے اندر اگر قہقہہ لگایا تو وضو کرنا فرض ہے (۲۴) لغو شعر پڑھنے کی وجہ سے ۔ اسی کے حکم میں لغویات بھی ہے (۲۵) اونٹ کا گوشت کھانے کی وجہ سے (۲۶) اور بعد ہر خطا اور معصیت کے (۲۷) اور جن صورتوں میں دوسرے ائمہ کے نزدیک وضو ٹوٹتا ہے نہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو خلاف سے بچنے کے لئے ان صورتوں میں بھی وضو کرنا مستحب ہے (۲۸) ذکر چھینے کی وجہ سے ۔

(۲۹) کسی عورت کے بدن سے اپنا بدن بے حائل چھو جانے کی وجہ سے۔ (درمختار و ردالمحتار) فائدہ۔ بہار شریعت میں کچھ صورتیں مزید وضو کے مستحب ہونے کی گنائی ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔ (۱) زبانی قرآن عظیم پڑھنے (۲) کافر سے بدن چھو جانے کی وجہ سے (۳) صلیب یا بت چھونے کی وجہ سے (۴) کوڑھی یا سفید داغ والے سے بدن مس ہونے کی وجہ سے (۵) بغل کھجانے سے اگر اس میں بدبو ہو۔

مسئلہ۔ اذان و اقامت اور خطبہ جمعہ و خطبہ عیدین کے لئے اور حضور کے روضہ مبارکہ کی زیارت کے لئے اور وقوف عرفہ کے لئے اور سعی بین الصفا والمروہ کے لئے وضو کرنا سنت ہے (بہار شریعت) فائدہ۔ بہار شریعت میں غسل جنابت سے قبل وضو کرنے اور اسی طرح جنب کو سوتے وقت وضو کرنے کو سنت میں شمار کیا ہے لیکن شامی میں ان دونوں صورتوں میں وضو کرنے کو مستحب بتایا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں وضو مسنون ہے۔ کیونکہ جب غیر جنب کے حق میں غسل سے قبل اور سونے سے قبل وضو کرنا مستحب ہے تو جنب کے حق میں اور زیادہ اہمیت متصور ہے لہذا سنت کہنا انسب ہے۔ اسی طرح کھانے اور پینے سے قبل وضو کرنا جنب کے حق میں سنت ہونا چاہیے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔ کیونکہ حضور نے اس کا حکم صادر فرمایا ہے جیسا کہ اس پر حدیث شاہد ہے۔ واللہ اعلم۔

مکروہات وضو

مسئلہ۔ وضو میں مندرجہ ذیل امور مکروہ ہیں (۱) وضو کرتے وقت منھ پر پانی کا مارنا۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں پر مارنا (۲) بے عذر بائیں ہاتھ سے کلی کرنی یا ناک میں پانی ڈالنا (۳) بے عذر داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنی (۴) نئے پانی سے سر کا تین بار مسح کرنا۔ فائدہ۔ اگر ہر مرتبہ نیا پانی نہ لے تو تین بار مسح کرنے کراہت نہیں (۵) اپنے وضو کے لئے برتن خاص کر لینا کہ اس برتن کے علاوہ دوسرے سے وضو نہ کرے۔ یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ مسجد میں نماز کے لئے جگہ کا خاص کر لینا مکروہ ہے (عالمگیری و درمختار) (۶) اتنا کم پانی خرچ کرنا کہ سنت ادا نہ ہو (۷) اسراف یعنی بے غرض صحیح زیادہ پانی صرف کرنا (۸) عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا (۹) نجس جگہ پر وضو کرنا (۱۰) اگر کسی برتن میں وضو کا پانی جمع کیا تو اس کو نجس جگہ گرانا (۱۱) مسجد میں وضو کرنا۔ فائدہ۔ اگر مسجد میں وضو کیا لیکن پانی کا ایک قطرہ بھی مسجد میں نہ گرنے دیا بلکہ کسی برتن میں احتیاط سے گرایا تو اس صورت میں کراہت نہیں۔ یونہی مسجد میں وضو کی جگہ بنائی ہوئی ہے تو وہاں بھی بلا کراہت وضو جائز ہے کیونکہ مسجد سے مراد مسئلہ نمبر ۱۱ میں وہ حصہ ہے جو نماز کے لئے منتخب ہے لہذا اس کے علاوہ جگہ میں کراہت نہ ہوگی (۱۲) پانی میں کھنکار یا ناک کا بلغم ڈالنا (درمختار) بہار شریعت میں مزید مندرجہ ذیل امور کو مکروہات وضو میں گنایا ہے (۱) اعضائے وضو سے لوٹے وغیرہ میں قطرہ ٹپکانا (۲) قبلہ کی طرف کلی کرنی یا کھنکار تھوک ڈالنا (۳) وضو کرتے وقت بے ضرورت دنیا کی بات کرنی (۴) منھ پر پانی ڈالتے وقت پھونکنا (۵) ایک ہاتھ سے منھ دھونا (۶) گلے کا مسح کرنا (۷) جس کپڑے سے استنجے کا پانی خشک کیا ہو اس سے اعضائے وضو کا پونچھنا (۸) دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا (۹) ہونٹ یا آنکھیں زور سے بند کرنا۔ یہ نو اور پہلے کے بارہ کل اکیس مکروہات ہوئے۔ علاوہ ان کے ہر سنت کا ترک مکروہ ہے۔

کن کن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے

مسئلہ۔ پاخانہ۔ پیشاب۔ ہوا۔ منی۔ مذی۔ ودی کے خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (عالمگیری) مسئلہ۔ عورت یا مرد کے آگے کے مقام سے اگر ہوا خارج ہو تو اس سے وضو نہ ٹوٹے گا (عالمگیری) اگر کسی کو گہرا زخم ہو کہ جوف تک پہنچ گیا ہو تو اس سے اگر ہوا نکلے تو اس صورت میں بھی وضو نہ ٹوٹے گا (عالمگیری)

(باقی آئندہ)

بزمِ مشاعرہ

نعت — از جناب آثم صاحب اشرفی بمبئی

جس گھڑی دل گیسوئے احمد میں الجھا دونگا میں — زندگی کے پیچ و خم کا درس دے جاؤنگا میں
ہاں اسی تبلیغ سیرت کے حسیں پیغام سے — خویش تو پھر خویش ہیں غیروں کو اپنا لونگا میں
جانبِ دوزخ فرشتے لے چلینگے جب مجھے — دامنِ احمد سے محشر میں لپٹ جاؤنگا میں
حق پرستوں پر جو ہوگا سرد مہری کا گماں — نعرۂ توحید سے ہر دل کو گرماؤنگا میں
پا بہ زنجیرِ غمِ عالم وارفتگی — کوچۂ خیر البشر میں اس طرح جاؤنگا میں
یا رسول اللہ کہہ کر ایک دن تم دیکھنا — پرچمِ حق تا ہر درِ باطل پہ لہراؤنگا میں
تا دمِ آخر نہ چھوڑونگا یہ حسرت دل میں ہے — اُن سنہری جالیوں سے جب لپٹ جاؤنگا میں
گوش بر آواز ہوگا ذرہ ذرہ دہر کا — بیخودی میں نغمۂ توحید جب گاؤنگا میں
زلفِ حضرت کا جب آئیگا مجھے آثم خیال — سورۂ واللیل پڑھ کر دل کو بہلاؤنگا میں

از جناب ارشد صاحب جبلپوری

پی کے جامِ حبِ احمد اتنا اتراؤنگا میں — لغزشِ پیہم سے شرحِ ہوش بنجاؤنگا میں
دیکھنا گر دونگا دامانِ نظامِ کفر کی — انقلاب ایسا فضائے دہر میں لاؤنگا میں
اب مری لینا خبر یا مصطفیٰ یوم الحساب — پیشِ حق جب دفترِ عصیاں لئے جاؤنگا میں
لے چلا ذوقِ زیارت جانبِ طیبہ مجھے — بس وہیں رہکر سکونِ زندگی پاؤنگا میں
گرمیٔ خورشیدِ محشر سے ڈروں میں کس لئے — سایۂ دامانِ رحمت میں جگہ پاؤنگا میں
اب حجابِ حق کے پردے اٹھا دو یا نبی — ورنہ شوقِ دید میں جاں سے گذر جاؤنگا میں
لیکے روشن دل میں ارشد شمعِ حبِ مصطفیٰ — قہر بنکر قوتِ باطل سے ٹکراؤنگا میں

از جناب بشیر صاحب جبلپوری

دل میں لیکر شہرِ دیں کی ولا جاؤنگا میں — پیشِ خالق مقصدِ دل حشر میں پاؤنگا میں
دامنِ شبیر محشر میں اگر پاؤں گا میں — بے نیازِ پرسشِ اعمال ہو جاؤنگا میں
جوش پر آجائیگا جس دم غمِ عشقِ نبی — اشک کے دریائے محبت میں بہا جاؤنگا میں
کفر کی تاریکیاں کافور ہو جائینگی سب — شمع اک ایسی زمانے میں جلا جاؤنگا میں
روزِ محشر داورِ محشر کی خدمت میں بشیر — لیکے سینے میں شہِ دیں کی ولا جاؤنگا میں

از جناب شاداں صاحب گونڈوی

عشقِ شہ میں جانبِ صحرا چلا جاؤنگا میں — اسطرح اپنے دلِ مضطر کو بہلاؤنگا میں
ان کے در پر ہر تمنائے دلی پاؤنگا میں — پیشِ حضرت داستانِ شوق دہراؤنگا میں
ضعف کی پروا نہیں مجھکو اگر ہے شوقِ دل — بیٹھتے اٹھتے مدینے تک پہنچ جاؤنگا میں
حاصلِ کونین سمجھونگا اسے اے ہمنشیں — مر کے طیبہ میں جو تھوڑی سی جگہ پاؤنگا میں
تنگ آجاؤں گا جب نیرنگیٔ افکار سے — آپ ہی کی یاد سے بس دل کو بہلاؤنگا میں
روزِ محشر مجھ سے جب اعمال پوچھے گا خدا — کلمۂ طیب زباں پر اس گھڑی لاؤنگا میں
پرسشِ اعمال کا شاداں ہی مجھکو خوف کیا — دامنِ احمد سے محشر میں لپٹ جاؤنگا میں

از جناب شمس صاحب گونڈوی

گرمیٔ خورشید سے یوں ہی اماں پاؤنگا میں — دامنِ احمد سے محشر میں لپٹ جاؤنگا میں
جانبِ طیبہ یہاں سے جاؤں گا اک دن ضرور — راہ میں موت آئیگی اک زندگی پاؤنگا میں
شوق سے ہر اک مصیبت کو سبھی سہ لونگا مگر — بھول کر شکوہ کبھی لب پہ نہیں لاؤنگا میں
ضبطِ غم سے اب تو کوئی کام چل سکتا نہیں — خود تڑپ کر سارے عالم کو بھی تڑپاؤنگا میں
شمس قسمت سے اگر ہو جائیگا جانا وہاں — تو مدینہ سے کبھی واپس نہیں آؤنگا میں

از جناب نظامی صاحب ڈونگرگڑھی

خوش نصیبی سے اگر طیبہ پہنچ جاؤں گا میں — جیتے جی دنیا میں جنت کی ہوا کھاؤنگا میں
آستانِ مصطفیٰ کی حاضری کے بعد کیوں — ٹھوکریں در در کی کھانے لوٹ کر جاؤنگا میں
عشقِ احمد میں ملیگا جب تصور کو عروج — فرش پر رہ کر بھی سیرِ عرش کر آؤنگا میں
جب نظامی ہوگی شدت آفتابِ حشر کی — دامنِ احمد سے محشر میں لپٹ جاؤنگا میں

از جناب قاری صاحب ہاشمی جبلپوری

الفتِ احمد میں جب جاں سے گذر جاؤنگا میں — بس یہی نا انکا بندہ ہی تو کہلاؤنگا میں
نا خدائی سے مجھے واللہ انکی ناز ہے — دیکھ لینا موج کیا ساحل سے ٹکراؤنگا میں
من رآنی کی اگر تلخیص بھی مل جائے شراب — حدِ موسیٰ سے کہیں آگے گذر جاؤنگا میں
حشر میں قاری پہ بھی رکھنا نگاہِ التفات — ورنہ یا محبوبِ حق بے موت مر جاؤنگا میں

از جناب فائق صاحب اعظمی

اسطرح پیچیدۂ گیتی اپنی سلجھاؤں گا میں
دامنِ احمد سے محشر میں لپٹ جاؤں گا میں

ان کے فیضِ لطف کا ایما اگر پاؤنگا میں
سرزمینِ ہند سے طیبہ چلا جاؤنگا میں

آتشِ غم رفتہ رفتہ اور بھڑکاؤنگا میں
دردِ دل درماں بنے گا اک خوشی پاؤنگا میں

حشر میں فائق نظر آئیگی جب مایوسیاں
دامنِ احمد کہاں پھر چھوڑ کے جاؤنگا میں

از جناب ہنر صاحب گونڈوی

الفتِ سرکار قسمت سے اگر پاؤں گا میں
بے نیازِ دولتِ کونین ہو جاؤنگا میں

ہاتھ آجائیگا محشر میں جو دامانِ رسول
اپنی قسمت پر بہت ہی ناز فرماؤنگا میں

مجھ کو مل جائیگی جب خاکِ مدینہ ہمنفس
دونوں عالم کے خزانوں کو بھی ٹھکراؤنگا میں

خود بخود مل جائیگی مجھکو مری راہِ نجات
اے ہنر نزدیک طیبہ جب پہنچ جاؤں گا میں

غزل :-

از جناب آثم صاحب اشرفی بمبئی

دیوانگیٔ عشق سے زندگی ملے
یا غم ملے تو مجھ کو غمِ دائمی ملے

عرفان و آگہی سے جو حدِ خودی ملے
میرے سوا نہ اور جہاں میں کوئی ملے

خود اپنے ہاتھ اپنی تباہی کا ہو شکار
اتنی بھی آدمی کو نہ بیچارگی ملے

دنیائے حسن و عشق میں انساں تو ہیں بہت
جسکی مجھے تلاش ہے وہ آدمی ملے

سجدے ہیں بیقرار جبینِ نیاز میں
آثم یہ آرزو ہے درِ اشرفی ملے

از جناب ارشد صاحب جبلپوری

گر تشنہ نگاہ کو تیری خوشی ملے
ہر شے سے اختیارِ غمِ زندگی ملے

یارب جہاں میں مجھکو خوشی گر کبھی ملے
تو ہر خوشی شریکِ غمِ زندگی ملے

پھر مسکرا کے چشمِ فسوں ساز ڈال دے
باغِ خزاں نصیب کو اک تازگی ملے

لوٹیں مزے بہارِ جناں کے جنابِ شیخ
تیرے گدائے حسن کو تیری گلی ملے

ارشد مٹا نہ قلب سے احساس کمتری
جامِ سرورِ شوق میں ڈوبی خودی ملے

از جناب انجم صاحب رومانی بمبئی

ہے ہر خوشی فریب اگر عارضی ملے
بہتر کہیں ہے اس سے غمِ دائمی ملے

اک تیرا غم تو کیا میں اٹھا لوں ہزار غم
طاقت دل و جگر کو اگر حوصلہ کی ملے

اے انقلابِ وقت ذرا دو گھڑی ٹھہر
ان سے نظر ملی ہے تو کچھ چین بھی ملے

چاہے غرورِ زہد و تقدس کا خون ہو
پی لینگے شیخ جی بھی اگر مفت کی ملے

انجم ہمیں بے نیازِ تمنا سہی مگر
لیلوں بعد خوشی جو غمِ عاشقی ملے

از جناب ثاقب صاحب عظیمی۔ بمبئی

فطرت کا شاہکار ہے دنیا کا تاجدار
وہ خوش نصیب جسکو غمِ عاشقی ملے

اے دل چراغِ غم کی ذرا لو بڑھا کے دیکھ
ممکن ہے زندگی کو نئی روشنی ملے

کیسی بہار آئی چمن میں اے باغباں
ہر پھول کی قبا میں مجھے آگ ہی ملے

ثاقب ہزار خوشیوں سے بہتر ہے ایک غم
وہ جو زندگی میں برائے خوشی ملے

از جناب شاداں صاحب گونڈوی

یارب مجھے یہ میری تمنا دلی سے ملے
جس پر نگاہِ شوق پڑی ہے وہی ملے

دل کو جنونِ عشق میں آسودگی ملے
ہستی کو بھول جاؤں وہ ایسی خوشی ملے

مرنے کے بعد اہلِ جہاں یاد تو کریں
کر جاؤں کچھ جہاں میں وہ زندگی ملے

ہر نیک و بد کے حق میں ہو ایسا ہی فیصلہ
اعمال جسکے جیسے ہوں اسکو وہی ملے

وہ غیرتِ بہار جو آجائے باغ میں
پھولوں کو پھر بہار ملے تازگی ملے

اے ہمنفس یہی تو ہے شاداں کی اک دعا
غم سے جو بے نیاز ہو ایسی خوشی ملے

از جناب شمس صاحب گونڈوی

آئے ہیں تیرے در پہ یہی عزم لیکے ہم
جو کچھ ملے وہ آج ملے اور ابھی ملے

انساں ہوں شرف ہے مجھے کائنات پر
جو نازِ کائنات ہو مجھ کو وہی ملے

میری جبیں ہے سجدے میں بیتاب اسلئے
جس روز بھی ملے وہ درِ بندگی ملے

یارب بہار آئے چمن میں کچھ اسطرح
گل کو نشاط اور کلی کو ہنسی ملے

اے شمس کائنات سے ہو جاؤں بے نیاز
جو ان کے واسطے ہو وہ دیوانگی ملے

از جناب منصور صاحب فریدی۔ بمبئی

غم سے جو بے نیاز ہو ایسی خوشی ملے
جو ہے تری اماں میں وہ مفلسی ملے

کچھ درد کچھ الم ہو تو کچھ غم بھی ساتھ ساتھ
وہ زندگی ہی کیا جو بقیدِ خوشی ملے

غم دینے والے اور بھی دے غم پہ غم مگر
مجھ بدنصیب کو نہ خطِ بیرخی ملے

رکھ کر جبینِ شوق اٹھاؤں نہ عمر بھر
جس در کی جستجو ہے وہی در کبھی ملے

منصور کو بھی خیر سے بازارِ حسن میں
سودا ہو جسمیں تیرا وہ سوداگری ملے

از جناب ہنر صاحب گونڈوی

کاش ایکدن ہمیں طربِ زندگی ملے
دل کو قرار روح کو آسودگی ملے

غم سے جو بے نیاز ہو ایسی خوشی ملے
غم ہی اگر ملے تو غمِ دائمی ملے

جو میرے جذبِ عشق کو بیدار کر سکے
تیری جبیں پہ کاش وہی برہمی ملے

محفل میں غیر کو تو پلاتے رہے مگر
ہم کو کبھی نہ دادِ شدتِ تشنہ لبی ملے

گلشن کا انتظام یہ کیا ہو گیا ہنر
جو بھی کلی ملے وہی مسلی ہوئی ملے

پیغمبر اسلام کی معجزانہ زندگی میں مسئلہ معراج کو ایسی نمایاں خصوصیت حاصل ہے کہ علمائے متقدمین و متوسطین و متاخرین کے لئے قابلِ غور و فکر رہا۔ اور نہ صرف طبقہ علما رہی اس سے متاثر ہوا بلکہ محدثین و صحابہ تک میں اختلاف رائے و اختلاف شہادت کی شہادت موجود ہے یہاں تک کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی جلیل القدر ہستی کو معراجِ جسمانی سے اختلاف ہے۔ اگرچہ اولی صحابہ و اکابر محدثین نے ام المومنین کی روایت کو کئی نہج سے مجروح قرار دیکر ناقابلِ تسلیم بنا دیا ہے مگر اختلاف کی جو بنیاد ام المومنین کے ہاتھوں پڑ گئی وہ فن حدیث تاریخ و سیر کے ابواب میں اپنی جگہ لئے بغیر نہ رہ سکی۔ حالانکہ ام المومنین کا اختلاف اس بنیادی اختلاف پر مبنی نہ تھا جس اساس و بنیاد پر عصرِ حاضر کے بگڑے ہوئے مذاق نے اس کی داغ بیل ڈالی چنانچہ ام المومنین و دیگر صحابہ کے مابین جہاں تک اختلاف کا تعلق ہے اس کا دار و مدار صرف اس بات پر منحصر ہے کہ پیغمبر اسلام کی جو رات شب معراج کہلاتی ہے اور قرآن عزیز نے اپنے خصوصی انداز میں پندرہ اور ستائیسویں پارے کی متعدد آیتوں میں جس معراج کا ذکر کیا ہے آیا وہ معراج جسمانی تھی یا روحانی اس بارہ میں ام المومنین معراج روحانی کی قائل ہیں اور صحابۂ کرام کی کثیر تعداد معراج جسمانی کی۔

مگر یہ قطعی طور پر واضح رہے کہ ام المومنین اور صحابہ کے اختلاف کی بنیاد اس بات پر نہیں ہے کہ جسم مصطفےٰ اس قلیل وقت میں اتنی بُعدِ مسافت کو طے کر سکتا ہے یا نہیں؟ ایمانیات کی روشنی میں اس دعوی کی شہادت پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وہ مقولہ بہت کافی ہے جسے کافروں کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر حضور نے معراج کا یہ خاکہ کھینچا ہے تو یقیناً بلاشک و شبہ وہ اپنے قول میں صادق ہیں کہ حضور عرش پر اور نہ صرف عرش پر بلکہ دَنٰی فَتَدَلّٰی وَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کی منزلوں پر فائز ہوئے خلیفہ اول کا یہ جواب ہمارے اعتقادیات کو اس باب میں سنبھالنے اور استوار کرنے کے لئے بہت کافی ہے یعنی سید عالم کا عالم بالا پر جانا ممتنع و محال نہیں ہے بلکہ جس طرح اور بھی بہت سی ما فوق الفطرت و خرق عادت چیزیں ذاتِ نبوت و رسالت سے صادر ہوتی رہتی ہیں انھیں کی ایک اہم اور نمایاں کڑی مسئلہ معراج بھی ہے مقصود صرف یہ ہے کہ مسئلہ معراج ہر زمانہ میں عقلاً و نقلاً موردِ اختلاف رہا۔ اگر محدثین نے نقل و روایت کی کسوٹی پر اس کو جانچا پرکھا تو علمائے متکلمین نے عقل کے ترازو پر ناپا تولا۔

یہ حسن اتفاق کہئے یا سوء اتفاق کہ ہر گروہ میں اختلاف

کی خلیج ضرور نکل آئی۔ اگر کبھی فلسفۂ قدیم نے علماء حق کے مقابلے میں اس مسئلہ پر پنجہ آزمائی کے لئے اپنے ہاتھوں کو بڑھایا تو کبھی یورپ کی لائی ہوئی سائنس جدید نے اپنی جدید تحقیقاتی نقطۂ نگاہ سے اس مسئلہ کو بے اصل و بے بنیاد بنانے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔

اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیے

چنانچہ فلکیات سے متعلق فلسفیوں کا یہ قانون ہے کہ آسمان میں خرق والتیام نہیں ہوتا۔ خرق والتیام فلسفہ کے دو اصطلاحی الفاظ ہیں جسکے معنی آسمان کا پھٹنا اور جڑنا۔۔۔ بظاہر یہ فلسفہ کا ایک نظری قانون ہے۔ اور بادیٔ النظر میں اسلامی عقائد سے اس کا کوئی ٹکراؤ نظر نہیں آتا۔ مگر علمائے اسلام کی دور بین و عاقبت اندیش نگاہوں پر یہ راز مخفی نہ رہا بلکہ انکی حقیقت شناس نگاہوں نے اعتقادیات و نظریات کے درمیانی دبیز پردہ کو چاک کرکے سب کچھ دیکھ لیا جسے ایک حق بیں نگاہ دیکھ سکتی ہے اور علی الاعلان انھوں نے اس دعویٰ کے بطلان پر فلسفیوں کو چیلنج دیا کہ تم عمر کی آخری سانس تک یہ ثابت نہیں کرسکتے کہ آسمان میں خرق والتیام کا ہونا محال ہے اور یہ ادعائے محض نہ تھا بلکہ علماء اسلام نے فلسفیوں کے اس دعوے کو متعدد عقلی دلائل سے باطل کرکے یہ ثابت کردیا کہ آسمان میں خرق والتیام ہوسکتا ہے اگر اسی مقام پر آپ یہ سوال فرمائیں کہ آخر فلسفہ کے ایک نظری قانون کے مقابلہ میں علماء اسلام کو پنجہ آزمائی اور نظری موشگافی کی کیا ضرورت تھی تو یقیناً آپکی فہم و فراست آپ کی رہنما ہوکر یہ حقیقت آپ پر بے نقاب کردیگی کہ یہ اختلاف محض ایک نظری اختلاف نہ تھا بلکہ اس کا ٹکراؤ ہمارے ایک بنیادی عقیدہ سے ہے یعنی پیغمبر اسلام کی معراج جسمانی سے اگر خدا نخواستہ عقلی طور پر علماء اسلام فلسفہ کے مقابلہ میں اپنے گھٹنوں کو ٹیک دیتے اور بیک آواز یہ تسلیم کرلیتے کہ آسمان میں خرق والتیام نہیں ہوتا تو عقل کے ترازو پر مسئلہ معراج تار عنکبوت کا بھی مساوی نہ قرار پاتا۔ بلکہ فلکیات کے اس مسئلہ کو تسلیم کرکے عقلاً مسئلہ معراج کو ممتنع و محال تسلیم کرلیا جاتا۔ چونکہ ان مقدمات کے تسلیم کرلینے کا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ جب آسمان کا پھٹنا اور جڑنا محال ہے تو پیغمبر اسلام کا جسم مبارک کے ساتھ تشریف لیجانا اور آنا بھی محال ہے۔

مگر کچھ نہ پوچھئے اس حیرت کدہ عالم کی ترقی معکوس کو کہ جس قدر انسانیت اپنی ترقی کا راگ الاپتی جارہی ہے اسی قدر مسلمات و حقائق کا انکار کرتی جارہی ہے۔ گویا سائنس کے گراموفون پر ترقی کا ریکارڈ بجایا ہی نہیں جاسکتا تا وقتیکہ ہر ریکارڈ کی فرضی آواز موجودات کے حقائق و مسلمات سے مزاحم نہ ہو۔۔۔ سائنس جدید نے جغرافیہ کے گراموفون پر اس وقت تک ریکارڈنگ نہ کی جبتک کہ ریکارڈ نہ تیار کرلیا کہ زمین آفتاب کے گرد گھومتی ہے اور آفتاب ساکن ہے۔ غور فرمائیے اور ٹھنڈے دل سے سوچئے۔

کیا ایسا بدیہی البطلان مسئلہ بھی قابل غور و فکر ہوسکتا ہے جسے عقل سے دور کا تعلق بھی نہ ہو۔ مگر قسمت ہے اس مسئلہ کی جو دنیا کے نظری اور فکری ایوان میں اپنی آواز پیدا کرے۔ آج نہیں متعدد دلائل سے یہ ثابت کرنے کی سعی ناکام کی جارہی ہے کہ زمین چکر کاٹتی ہے اور آفتاب ساکن ہے باوجودیکہ عقل اسے باور کرنے کے لئے کسی حال میں تیار نہیں۔ یہ ہے اسلام دشمنی میں آج کی سائنس جدید کی ترقی معکوس! خواہ عقل باور کرے یا نہ کرے۔ مگر سر تسلیم خم کردینے کے لئے صرف اتنا کہہ دینا کافی سمجھا جاتا ہے کہ سائنس جدید کا یہی تحقیقی نظریہ ہے جیسے بہت سے مسائل کا اثباتی پہلو صرف یہ ہوتا ہے کہ۔ ڈارون نے کہا ہے۔۔۔ اسٹالن نے کہا ہے اور ہٹلر نے وغیرہ وغیرہ۔

کہاں تو یہ دعویٰ کہ ہم جو کچھ کہیں گے عقل ہی کی روشنی میں اور اگر گرے تو اس بری طرح کہ ہم وہی مانیں گے جو ہٹلر بولے گا آفریں صد آفریں اے عقل تیری کارفرمائیوں پر۔

آج سے چند صدی قبل تو نے حجاز کی سرزمین سے یہ پکارا کہ آسمان تو ہے مگر خرق والتیام نہیں۔ اور آج امریکہ، فرانس، روس اور لندن کی سرزمین سے تو نے یہ طوفان اٹھایا کہ آسمان کوئی شے نہیں صرف حد نگاہ ہے۔ بتا اور سچ بتا کہ آج سے چند صدی قبل تو جھوٹی تھی یا آج؟

مگر نہیں اس میں تیرا کیا قصور، یہ قصور تو انسانی کمزوریوں کا ہے جو مختلف حالات میں مختلف نوعیت سے تیری اصاف و شفاف نورانیت پر غبار بنکر چھا جاتے ہیں۔ آج سے چند صدی قبل آسمانی کی جس حقیقت کو تو نے تسلیم کیا تھا، اہل یورپ اسلام دشمنی میں جدید آلات پر غلط اعتماد کرتے ہوئے تیرے مسلمات کو چھوڑ بیٹھے اور اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑے۔ حالانکہ عیسائی اگر اپنے فہم و تدبر سے کام لیتا تو کبھی بھی وہ آسمان کے وجود کا منکر نہ ہوتا۔ اسلئے کہ آسمان کے وجود کا انکار اگر پیغمبر اسلام کی معراج جسمانی پر ضرب لگاتا ہے تو حضرت مسیح کے چوتھے آسمان پر تشریف لے جانے کو بھی ممتنع و محال قرار دیتا ہے۔

بہرکیف عقل وہی ایک ہے جو اسٹالن، ہٹلر کے دماغ میں تھی اور امام رازی و غزالی کے پاس پھلی پھولی اور پروان چڑھی" فرق صرف اتنا ہے کہ دونوں کا طریق فکر بدلا ہوا ہے۔ یہی حال مسئلہ معراج پر غور و فکر کرنے والوں کا ہے۔

افسوس ہے کہ ارباب نظر، مبدا، منتہار، حرکت، سیر پر نگاہ ڈالتے ہیں مگر صاحب سیر پر اپنی نگاہ نہیں جماتے، حالانکہ عقلی و نقلی دونوں دلائل کا گہرا رشتہ صاحب سیر سے وابستہ ہے۔ مسئلہ معراج پر انسانیت اسیطرح ہمیشہ ٹھوکر کھاتی رہیگی جبتک کہ وہ سیر سے پہلے صاحب سیر پر اپنی نگاہ نہ اٹھائیگی مگر اس مقام پر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کاش ہماری دینی درسگاہوں میں فلسفہ قدیم کی جگہ فلسفہ جدید لے لیتا۔

پاسبان نواز حضرات! خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
منیجر

نعت شریف

از رفیق ادارہ جناب الحاج جوہر صاحب

محبت سے مجبور ہم ہو رہے ہیں
کہ بیمارِ شاہِ اُمم ہو رہے ہیں

زمانے میں ذیشان ہم ہو رہے ہیں
فدائے شفیع الاُمم ہو رہے ہیں

رہِ حق پہ قربان ہم ہو رہے ہیں
سزاوارِ خُلد و اِرم ہو رہے ہیں

نثارِ شہِ ذوالکرم ہو رہے ہیں
غموں سے سبکدوش ہم ہو رہے ہیں

ثنائے محمدؐ ابد تک نہ ہو گی
ازل سے مضامیں رقم ہو رہے ہیں

جبیں سائیاں کر رہا ہے زمانہ
ہمیشہ طوافِ حرم ہو رہے ہیں

نبی کی نگاہِ کرم ہو رہی ہے
مصائب زمانے کے کم ہو رہے ہیں

رضائے الٰہی کے خوگر ہیں جوہرؔ
غلط ہے کہ ہم نذرِ غم ہو رہے ہیں

یہ اعجازِ نعتِ محمدؐ ہے جوہرؔ
انوکھے مضامیں رقم ہو رہے ہیں

عدلِ جہانگیری کی ایک جھلک

از مورخ اسلام جناب مولانا سلطان احمد صاحب مراد آبادی مصنف مرقع اسلام

(۱)

مرزا قاسم بیگ ایک حسین نوجوان ہونے کے علاوہ امتیازی پوزیشن بھی رکھتا ہے۔ چونکہ سلطان وقت خاقان دوراں شہنشاہ نورالدین جہانگیر کا احدی سپاہی ہے! احدی سپاہی ان ایک ہزار شجاع زبہادر یگانہ روزگار ممتاز و ممتاز افراد کے کسی بھی ایک فرد کو کہا جا سکتا ہے۔ جن کو خاص طور پر جہانگیر اعظم کے مخصوص لشکر کے نام سے موسوم و منسوب کیا جاتا تھا۔ یوں بھی یہ لفظ مہمل نہیں! اس کی بلندی کا اندازہ اس کے معنیٰ سے کیا جا سکتا ہے۔ (احدی یعنی یکہ)

قاسم بیگ اپنی پوری جماعت کے ساتھ فرمان شاہی کے بموجب کسی مہم پر جا چکا ہے۔

حالانکہ شادی کو ابھی زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ شاہی خدمت انجام دینے کے لئے اپنی ساری دنیا سے عزیز دلہن کو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے پناہ میں چھوڑ کر خود ایک ایسے مقام پر چلا گیا جہاں ہر مجاہد اپنی نسبی شجاعت کی بقا کے لئے خون کا آخری قطرہ بھی قربان کر دینا اپنی کارگذاری جانتا ہے۔

(۲)

قاسم بیگ بظاہر خوش نظر آتا تھا چونکہ اسے ایک مدت کے بعد اپنے آقائے نعمت کی خدمت انجام دینے کا موقع ملا تھا لیکن نہ معلوم کیوں اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ خیالات کا تار بندھا ہوا تھا آج وہ اپنی تقدیری تخلیق کا مطالعہ بغور کر رہا تھا! پریشانی کی وجہ بھی معقول تھی۔ کچھ دن پہلے کی بات ہے کہ ابھی سن شعور کو پہونچنے بھی نہ پایا تھا کہ شفقت پدر سے محروم کر دیا گیا صرف بیوہ ماں کا دامان کرم اس کی یتیمی کا سہارا تھا! مگر وائے رے نصیب وہ بھی بہت کم ساتھ نباہ سکا۔ قاسم بیگ ایک شریف بہادر باپ کا ہونہار بیٹا تھا۔ مرحوم باپ کو بھی جہانگیری وابستگی کا شرف حاصل تھا! اس نسبت کے پیش نظر اور شفقت شاہی کے تحت دلاور خاں چوبدار شاہی کی دختر "طلعت بانو" جس کی صفت حسن کے لئے اگر اتنا کہہ دیا جائے (کہ چاند اپنا کوئی ٹکڑا زمین پر بھولے سے چھوڑ گیا ہوگا) تو غالباً ناموزوں نہیں۔ غرض کسی بھی طریق پر قاسم طلعت کا عقد مناکحت ہو گیا قاسم کے لئے اس کی محبوب اہلیہ کی تنہائی تلخی فراق سے بڑھ کر سوہان روح تھی! مگر ایک خاص جذبۂ خلوص و عقیدت اس کی منزل کی طرف رہنمائی کرتا رہا حتیٰ کہ وہ اپنی منزل پر کبھی کا پہنچ چکا ہے۔

(۳)

رات کے ۱۲ بجے ہیں دن بھر کی تھکی ماندی مزدور پیشہ مخلوق نیند

ہے ہم آغوش ہے۔ امیر طبقہ کی توجہ لوشات کے میدان میں سرگرم
کہیں تفریحِ طبع کے لئے چوسر کا شغل جاری ہے
جلائی ہے! تو کہیں شبستانوں کی رونق کو فروغِ معصیت دیا جا رہا ہے!
کہیں مے نوشی کا بازار گرم ہے تو کہیں خود تراشیدہ موضوعات
پر لا یعنی گفتگو دفع الوقتی کا ذریعہ ہے! کہیں شریف النفس
انسان اپنے مقصدِ تخلیق کے پیشِ نظر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہیں
تو کہیں حرماں نصیب دلوں سے آہوں کے جھکتے ہوئے مسلسل
تار جاڑے کی برفیلی اور تاریک رات کو گرم اور روشن کر دیتے
ہیں! عین اسی ہنگامے کے عالم میں ہماری طلعت بانو نماز وغیرہ سے
فراغت کے بعد اپنے رفیقِ حیات۔ یا دل کی گہرائیوں میں رہنے
والے اپنے خدائے مجازی کے ملبوسات کو درست کر رہی ہے۔
چونکہ کوئی بچہ نہیں جس سے دل بہلایا جا سکے! کوئی ایسا
رفیق نہیں جو تسکین کا سبب بن سکے! البتہ ایک بوڑھی خادمہ
ضرور ہے۔ مگر وہ علیحدہ ایک کوٹھری میں جس کو وہ اپنی قبر سے بھی
زیادہ عزیز رکھتی ہے۔ کوارٹر بند کر کے کبھی کی سو چکی! یوں بھی
طلعت کیلئے قاسم سے متعلق خدمات عینِ عبادت اور دلبستگی
کا ذریعہ ہیں۔

مکان چونکہ اوسط درجہ کا ہے جو یقیناً ایک نوعمر نوخیز سن
نووارد دلہن کے لئے کچھ بلحاظ اجنبیت کچھ بنظر تنہائی ناقابلِ اطمینان
ہو سکتا ہے! اسلئے طلعت (پھر اس آہٹ سے جسے جاڑوں کی تیز
چلنے والی ہوا کم از کم درخت کے پتوں سے پیدا کر دیتی ہے) چونک
پڑتی ہے! عجب خاموش ہنگامہ ہے! دل میں کسی کی یاد چٹکیاں
لے رہی ہے! جگر فراق کے صدمہ سے پاش پاش ہوا جا رہا ہے
آنکھوں سے انتہائی قیمتی موتی ٹپک رہے ہیں۔ ارمانوں کی
محفل میں ہیجان برپا ہے اور شمع پروانہ سے منزلوں دور
جل رہی ہے۔

(۴)

ٹھیک اس وقت جبکہ طلعت کے ذہن پر یہ شعر پوری طرح
مسلط تھا اور وہ اس کی ندرت سے مزے لے رہی تھی۔

شعر۔ میری جانب باندازِ عنایت دیکھنے والے
ہلاکت کی بھنور میں تو نے کشتی ڈال دی میری

صحن میں کسی کے پیروں کی آہٹ معلوم ہوتی ہے۔ طلعت
کے دل میں گدگدی پیدا ہوئی اسنے سوچا کہ شاید اس کے
دل کا مالک آگیا ہے تعظیم کے لئے اٹھے اور قدمبوسی حاصل کر کے
ثواب حاصل کرے! ابھی اچھی طرح اٹھنے نہ پائی تھی کہ آنے والا
کمرہ میں بصد کر و فر داخل ہوا۔ طلعت نے دیکھا کہ آنے والا
کوئی اجنبی شخص ہے! اس کی چیخ نکل گئی (یہ ایک شاہی جاگیردار
امیر تھا)

امیر۔ ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں میں تمہارا سچا قدر داں ہوں۔
طلعت۔ مگر تجھے میرے مکان میں داخل ہونے کی جرأت
کیوں ہوئی۔
امیر۔ اس لئے کہ میں تمھیں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ حسین
جانتا ہوں اور سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں یہ کہتا ہوا
یہ شخص طلعت کو اپنی گرفت میں مضبوط پکڑ کر ایک چارپائی پر لیٹ
جاتا ہے۔
طلعت۔ تجھے بادشاہ کے سر کی قسم میری عصمت تاراج کر۔
امیر۔ طلعت تم مجھے ایک عرصہ سے محبوب ہو۔ افسوس تم یہ نہیں
جانتیں کہ تمھارا عقد ایک معمولی سپاہی سے کیا گیا ہے جو انتہائی
غریب آدمی ہے۔ وہ اس قابل بھی نہیں کہ تمہاری تنہائیوں
کی تکالیف پر غور کر سکے برخلاف اس کے میں
میں ایک شاہی جاگیردار ہوں
طلعت۔ میں شریف ہوں اور شریف عورتیں کبھی اپنے
غریب شوہروں پر امیروں کو ترجیح نہیں دے سکتیں۔

(۵)

رات کافی گذر چکی ہے شہنشاہ مکرم جہانگیر اعظم شاہی
ذمہ داریوں سے کچھ دیر کے لئے علیحدہ ہو کر بستر استراحت پر

آرام فرما رہے ہیں۔ نیند آچکی ہے ایک شخص اس خفیہ راستے سے جس کو بادشاہ نے اپنے خفیہ نویسوں کی خبر رسانی کے لئے مخصوص کر رکھا تھا پہنچتا ہے "ظل اللہ محو خواب ہیں" یہ شخص اولاً جھجکتا ہے مگر واقعہ کی اہمیت اسے مجبور کرتی ہے کہ بادشاہ کو جگا دیا جائے۔ علاوہ بریں بادشاہ کا بھی یہی حکم ہے کہ ہمارے آرام سے زیادہ قیمتی رعایا کی خبر گیری ہے ایسے مواقع پر بلغیر کسی پس و پیش کے ہم کو جگا دیا جایا کرے ہم خفگی کا اظہار نہیں فرمائینگے! خفیہ نویس جیسے ہی بادشاہ کے قدم چھوتا ہے آپ بیدار ہو جاتے ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے! کون!

خفیہ نویس! غلام بارگاہ شاہی خفیہ نویس فلاں ابن فلاں۔

جہانگیر! کیا اطلاع ہے جلد عرض کیا جائے۔

خفیہ نویس! غلام ارشاد عالی کے بموجب فلاں جاگیر دار کی در پردہ نگرانی پر مامور ہے آج جبکہ رات کافی گذر گئی امیر مذکور اپنے مکان سے مسلح طور پر روانہ ہوا نمک پروردۂ حضور بھی اپنے فرض کی ادائیگی کے سلسلے میں کسی نہ کسی طرح اسکے تعاقب میں رہا حتیٰ کہ امیر جہاں پناہ کے احدی سپاہی قاسم بیگ کے زنانہ مکان میں داخل ہو گیا میں اس کی نظر سے اوجھل ہو کر حالات پر قابو پانیکی غرض سے اس سے بہت قریب ایک جگہ پوشیدہ رہا۔

امیر اہلیہ قاسم سے ہم آغوشی چاہتا ہے اس پر طرح طرح کے ناجائز دباؤ ڈال رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اہلیہ قاسم بیگ ایک باعصمت بانو ہے وہ اپنے بچاؤ کے لئے ہر امکانی سعی کر رہی ہے یہاں تک کہ اسنے امیر کو عالم پناہ کے سر اقدس کی قسم دلائی مگر امیر نے مطلق پرواہ نہ کی! میرا خیال ہے وہ باعصمت لڑکی ابھی تک امیر کی شرارت سے محفوظ رہ سکی ہو گی

جہانگیر! کیا تمہارا بیان سچ ہے یہ سب واقعات تم نے اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں۔

خفیہ نویس۔ سگ بارگاہ غلط بیانی کی جرأت نہیں کر سکتا

جہانگیر اعظم! اچھا ما بدولت خود اس موقعہ پر تشریف لے جانا چاہتے ہیں۔

خفیہ نویس! وابستگان کے سروں پر مولائے تبارک و تعالیٰ آنجناب کا ظل گرامی ہمیشہ قائم رکھے غلاموں کو عدل جہانگیری سے یہی توقعات ہیں۔

"بادشاہ عدل گستر جہانگیر اعظم خود اپنے قلم سے اپنی تزک جہانگیری میں تحریر فرماتے ہیں:

"مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میرا خفیہ نویس میرے کسی دشمن سے تو نہیں مل گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس حیلہ سے کسی بری نیت کے تحت مجھے لے جا رہا ہو۔ مگر میرے دل میں خدا کی طرف سے ایک نور پیدا ہوا جس کی روشنی میں مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شخص دھوکہ باز نہیں ہو سکتا۔

خاقان ابن خاقان سلطان ابن سلطان بادشاہ عدل گستر حضرت جہانگیر اعظم صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے بھروسہ پر فقط ایک تلوار ہاتھ میں لے کر خفیہ نویس کے ہمراہ موقعہ پر تشریف لے جاتے ہیں۔

جس وقت یہ شہنشاہ قاسم بیگ کے مکان میں داخل ہوتے ہیں وہاں وہی کشمکش تھی! یعنی امیر کے گستاخ و حریص عزائم کسی کے حریم عصمت پر جارحانہ حملہ کر رہے تھے لیکن جانب ثانی سے بھی ہر مدافعانہ کارروائی عمل میں آ رہی تھی جس نے حملہ آور کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔ اور طلعت ابتک محفوظ شرارت تھی! آخر بادشاہ کے کانوں نے یہ الفاظ سنے جو امیر کے ہو سکتے تھے۔

امیر۔ اگر طلعت تمہاری ضد کا یہی حال رہا تو یقین لاؤ تم اور تمہارا شوہر دونوں میری تلوار سے نہ بچ سکو گے!

طلعت۔ میرا بادشاہ میرے خدا کا نائب ہے۔ وہ ضرور میری امداد کو آ جائے گا۔

امیر! وہ شرابی شراب کے نشہ میں غافل پڑا سو رہا ہوگا

وہ تمہاری مدد کو کیا خاک آئے گا۔

(۶)

وہ رحم پرور عدل گستر رعایا نواز بادشاہ جس نے رعایا کی دیکھ بھال کے لئے اپنا راتوں کا آرام و سکون حرام کر دیا ہو جو اپنی عزیز ملکہ نور جہاں کی محبت کی پروا کئے بغیر رات کی پُر سکون فضا کو ٹھکرا دینے کا عادی ہو وہ طلعت کی زبان سے نکلے ہوئے ایسے پُر از عقیدت الفاظ کس طرح فراموش کر سکتا تھا۔

چنانچہ جہانگیر اعظم رحمت مجسم یہ کہتے ہوئے کہ "اے غریب عورت تیرا بادشاہ ضرور تیری مدد کو آئے گا" شمشیر بکف کرہ میں داخل ہو جاتے ہیں! طلعت خوفزدہ ہو کر مکان کے ایک گوشہ میں لرزہ براندام کھڑی ہو جاتی ہے۔

امیر کو مغالطہ ہوا۔ وہ سمجھا کہ عورت کا شوہر آ گیا۔ تلوار کھینچ کر مقابل آیا چاہتا تھا کہ وار کر دے۔ کہ شاہی خفیہ نویس پکار کر کہتا ہے۔

"خبردار حضور جہاں پناہ برآمد ہیں"

یہ سنتے ہی امیر کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ پڑتی ہے! اور بادشاہ کے قدموں میں گر کر اس طرح کہتا ہے!

امیر! حضور عالم پناہ میرا انصاف فرمائیں یہ میری کنیز ہے جو بھاگ آئی ہے۔

جہانگیر اعظم! اگر یہ سچ ہے کہ یہ تیری کنیز ہے تو یہ بتانا پڑیگا کہ تو نے اس کو کب اور کہاں سے خریدا۔

امیر! "شرمندہ ہو کر" حضور میں خطا وار ہوں۔ رحم چاہتا ہوں۔

جہانگیر اعظم! ہمارے نزدیک یہ ضروری ہے کہ لڑکی سے بھی اس معاملہ میں مزید معلومات کئے جائیں۔

(ارشاد ہوتا ہے)

جہانگیر اعظم! اے لڑکی کیا اس نے تمہارے متعلق صحیح کہا۔

طلعت! اے نائب خدا غریب پرور شہنشاہ میں اسکی کنیز نہیں ہوں۔ بلکہ آپکے چوکیدار دلاور خاں کی بیٹی اور آپکے احدی کا سپاہی قاسم بیگ کی بیوی ہوں۔ اس نے جو کچھ کہا سراسر غلط ہے۔

جہانگیر اعظم۔ اے نیک لڑکی مابدولت تمہاری شرافت سے بہت خوش ہیں۔ تم ایک لائق بیٹی ہو ہمارے انصاف سے امید رکھو ہم تمھیں نہال کر دینگے۔

اس کے بعد مجرم سے خطاب فرماتے ہیں۔

جہانگیر اعظم! ۔ جہانگیر اس دنیا میں اپنے خدا کا گنہگار بندہ ہے مگر ہر مظلوم کی داد دہی اس کا فرض ہے۔ ہم تجھے واجب القتل جانتے ہیں اسلئے نہیں کہ تو نے ہمارے سر کی قسم کی پروا نہ کی اسلئے نہیں کہ تو نے ہمیں شرابی کہا۔ تو نے سچی بات کہی۔ ہم شراب ضرور پیتے ہیں مگر غافل نہیں۔ بلکہ صرف اس لئے کہ تو نے ایک غریب کمزور عورت کی عصمت پر حملہ کیا۔ ہمارے نزدیک ایسے کثیف الخیال بدکردار نفوس سے اس دنیا کو جلد خالی کر دینا چاہیئے۔ اتنا کہہ کر تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا" امیر کی لاش خاک و خون میں غلطاں نظر آنے لگی۔

" اس کے بعد نوازشات شاہی کا بحر بے پایاں جوش میں آتا ہے" طلعت سے ارشاد ہوتا ہے کہ اے شریف لڑکی ہم نے مقتول امیر کی جائداد تمہیں مرحمت فرمائی اب خدا کے فضل سے تم مالامال ہو گئیں! خدا کے یہاں گواہ رہنا کہ جہانگیر کو مظلوم کی فریاد تڑپا دیتی تھی! جہانگیر نے بارہا انصاف کے درخت کو اپنے خون سے سینچنے کی سعی کی! جہانگیر اپنے فرض سے غافل نہیں رہا۔

اور اے لڑکی۔ راتوں کی تنہائیوں میں، جبکہ تیرا دل کسی کی پاک محبت سے معمور رہتا ہے! جبکہ رحمت خداوندی تجھ سے قریب تر ہوتی ہے! جس وقت فرشتے تیرے آنسوؤں کو زمین پر نہیں گرنے دیتے جہانگیر کے لئے بارگاہ رب العزۃ میں دعا کرنا کہ رب العالمین اس کا ایمان پر خاتمہ کرے اسکی غلطیاں معاف فرمائے تاکہ حشر کی رسوائیوں سے بچ سکے

٭ جہانگیر نے اپنے فرض کو پورا کرنے میں کوشش کی۔ جہانگیر اعظم غریب مظلوموں سے محبت رکھتا تھا۔

"طلعت قدمبوس ہو کر شکریہ ادا کرتی ہے"۔

شعر — زہے نوازش پیہم کہ آج دنیا میں
تمہارے نام کے ڈنکے بجائے جاتے ہیں (سلطان)

(۷)

غور فرمائیے اسی پر اکتفا نہیں بلکہ خفیہ نویس کو حکم ہوتا ہے کہ سو اشرفیاں شاہی دولت خانہ سے لاکر علی الصبح اس لڑکی کو دیدی جائیں۔

کاش آج بھی ویسا عدل و مساوات کے رویہ قائم کئے جائیں! کاش آج بھی وقت کی پکار کے مطابق وہی پرسکون فضا ہو جائے۔

مگر یہ سب کچھ اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ ہمارے دلوں میں فرقہ پرستی کی ناپاک خلش کے بجائے اخوت و مساوات اور حب الوطنی کا سچا جذبہ موجود ہو۔ ہمارا ایمان یقین کی حدود میں آجائے! کاش ہم اس خوف سے لرزتے رہیں کہ ہمیں داور محشر کے سامنے جانا ہے ہمیں ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے ہم سے حق العباد کا مطالبہ کیا جائے گا۔ یقین لائیے یہ ہماری بداعمالیوں اور ایمانی کمزوریوں کا نتیجہ ہے! ہم بزرگان سلف کے ان حالات کو پڑھ کر بھی اپنا نظریہ اور رویہ تبدیل نہیں کرتے جن سے تاریخ کی زیب و زینت ہے جنھوں نے تاریخ کو اس کا صحیح حق دلاکر دلچسپیوں سے مملو کیا۔

معبود حقیقی اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں ہماری اصلاح فرمائے آمین

قطعہ :— جناب محمد اسمٰعیل صاحب شاداں سلطانپوری

جہانِ آرزو سے ماورا ہے گلستاں میرا
تصدق جس پہ ہوں برق و شرر وہ آشیاں میرا
سفینہ نذرِ طوفاں ہو کے آ سکتا ہے ساحل پر
نرالا ناخدا میرا انوکھا پاسباں میرا

وہ آئے زینتِ عرشِ بریں فخرِ زماں آئے

از محمد صابری القادری نسیم سکندرپوری بستوی دارالعلوم (شاہ عالم احمد آباد)

پناہِ بیکساں آئے شفیعِ مجرماں آئے
خدا کی مہربانی ہے کہ ایسے مہرباں آئے
وہ آئے زینتِ عرشِ بریں فخرِ زماں آئے
خدا کے نائب اکرم جہاں کے حکمراں آئے
کلی دل کی تھی مرجھائی خزاں چھائی تھی گلشن میں
بہارِ جانفزا بن کر وہ سوئے گلستاں آئے
زمیں کے رہنے والوں پر فقط رحمت نہیں انکی
خدائی میں وہ بن کر رحمتِ ہر دو جہاں آئے
وہ کالی زلف والے روئے انور پر قمر صدقے
گلی کوچے ہوئے روشن قدم انکے جہاں آئے
زمیں تیرا مقدر آج کتنا اوج پر پہونچا
فلک کو ناز ہے جس پر وہ زیرِ آسماں آئے
نہیں آساں محمد مصطفےٰ کو جان لے کوئی
بظاہر ہیں عیاں لیکن حقیقت میں نہاں آئے
کسی کے دل میں گر اُن کی محبت کا خزانہ ہو
تو کہہ سکتا ہے ہم دونوں جہاں میں کامراں آئے
نسیم اس صبح پر شمس و قمر قربان ہوتے ہیں
کہ جس میں تاجدارِ انبیا زیبِ جناں آئے

ایک روز دوران گفتگو میں برادر طریقت حاجی عبدالغنی صاحب سلیمی قادری رضوی کہنے لگے کہ حضرت بعض صوفیوں کا یہ خیال ہے کہ کیا ائمہ اربعہ ولی تھے۔ اگر ولی تھے تو اس کا ثبوت کیا ہے اس کا جواب ہونا چاہیئے تاکہ صوفیوں کی سمجھ میں آجائے کہ ائمہ اربعہ بھی صوفی تھے۔ اور ان کا کہنا بھی ایک حد تک صحیح معلوم ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ جبتک تصوف میں قدم نہ رکھے اور مرشد کامل کی صحبت میسر نہ ہو ولایت کا درجہ حاصل نہیں ہوسکتا ائمہ اربعہ کو کن بزرگوں کی صحبت حاصل تھی۔

سیدنا حضرت سراج الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہمارے سردار امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئی برس سیدنا حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت بابرکت میں رہکر ظاہر و باطن سے آراستہ ہوئے۔ خاص کر دو سال مکمل سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں رہکر علم سلوک کی منزل کو طے کیا ہے۔ آپ نے جو **لولا السنتان لھلک النعمان** فرمایا ہے وہ اسی کی طرف اشارہ ہے اور خرقہ خلافت بھی آپ ہی سے حاصل کیا۔ دیکھو در مختار۔

ایک شخص نے ہمارے امام صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کی عمر کتنے سال کی ہے۔ آپ نے اس کا جواب دیا کہ میری عمر دو سال کی ہے۔ پوچھنے والے نے کہا کہ آپکی عمر تو پچاس برس کی معلوم ہوتی ہے یہ دو سال کیسے آپ فرما رہے ہیں۔ امام صاحب قبلہ نے کتنا بہترین جواب عنایت فرمایا۔ فرمایا میری عمر سب بیکار گئی اس لئے اس کا حساب نہیں۔ ہاں صرف دو سال جو سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں باکار بسر ہوئے یہی میری عمر ہے۔ بجز محاسبہ نفس کے یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی اور محاسبہ ایک مسئلہ تصوف کا ہے۔

امام صاحب قبلہ نے ایک مرتبہ خانہ کعبہ میں دو رکعت نماز پڑھی اس دشواری سے کہ پہلی رکعت میں ایک پیر پر کھڑے ہوکر نصف قرآن پاک ختم کیا اور رکوع کیا پھر دوسری رکعت میں دوسرے پیر پر کھڑے ہوکر بقیہ نصف پورا فرمایا۔ دیکھو در مختار۔ اس مشقت و دشواری کے ساتھ وہی لوگ نماز ادا کرسکتے ہیں جنکو علم تصوف و سلوک میں کما حقہ مہارت حاصل ہو۔ جب امام صاحب قبلہ نے نماز ادا فرمائی تو دعا کی **ما عرفناک حق معرفتک ما عبدناک حق عبادتک** یہ انتہائے عاجزی ہے جس کے صوفیائے کرام بھی عامل ہیں۔

اس کے بعد غیب سے آواز آئی تو نے ہم کو خوب اچھی طرح پہچانا اور ہماری اچھی طرح عبادت کی تم کو اور تمہارے مقتدیوں کو ہم اپنے یہاں اچھی جگہ دینگے۔ دیکھو در مختار۔ اس سے آپ کے الہام کا ثبوت ملتا ہے جو خاصہ ولایت کا تصوف میں پھر اس میں

وہ الفاظ ہیں جو صوفیائے کرام کی جان ہیں یعنی معرفت عبودیت پھر اس میں عدم معرفت و عدم عبودیت سے اپنے افعال اور ذات کو معدوم سمجھنا جس میں فنا فی اللہ کا بھید پوشیدہ ہے۔ اس کے بعد بقا باللہ کا درجہ ہے دوسرے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ امام صاحب قبلہ قرآن پاک کے حافظ بھی تھے۔ نقل ہے کہ امام صاحب قبلہ ایک روز دھوپ میں کھڑے تھے کسی نے آواز دیکر کہا کہ اس مکان کے سایے میں آجایئے آپ نے جواب میں فرمایا کہ مالک مکان میرا قرضدار ہے اور دین و دنیا کے مالک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرضدار کی کسی چیز سے فائدہ حاصل کرنا سود ہے اسلئے میں اس مکان کے سایہ میں نہیں آسکتا۔ ہمارے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طرز عمل زہد و اتقا کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ امام صاحب تجارت میں کسی کے ساتھ شریک تھے ساتھی نے ایک تھان کپڑے کا جو عیب دار تھا اس کا بغیر عیب بتائے ہوئے خریدنے والے کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ آپ کو بعد میں جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اس دفعہ کا جتنا روپیہ آپ کو نفع میں ملا تھا سب کا سب خیرات کر دیا۔ امام صاحب نے کبھی اپنے استاذ کے گھر کی طرف پاؤں نہیں پھیلایا اور عمر بھر اس طرف منہ کر کے پیشاب نہیں کیا یہ تھی امام صاحب کی پرہیزگاری۔ امام صاحب نے اپنی زندگی مبارکہ میں پچپن حج کئے اور پروردگار عالم کو خواب میں سو مرتبہ دیکھا۔ رویت کا ایک عام واقعہ ہے جس کو نجم الدین غیطی نے بیان کیا ہے۔ دیکھو در مختار۔

سیدنا امام قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ ابو علی دقاق فرماتے تھے کہ میری طریقت کی سند شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ داؤد طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفیق بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوتی ہوئی ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جاکر ختم ہوتی ہے اور داؤد طائی کو طریقت میں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ بازار میں چلے جاتے تھے تھوڑی سی مٹی اڑ کر امام صاحب کے کپڑے میں آپڑی آپ فوراً ہی دریا دجلہ کے کنارے جا کر اس مٹی کو دھو ڈالا۔ لوگوں نے سوال کیا کہ حضرت آپ تو اتنی مقدار پرا بر نجاست کو جامہ پر جائز بتلاتے ہیں۔ اور خود تھوڑی سی مٹی کو دھوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارا کہنا سچ ہے وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ ہے۔ بہر حال اس عجیب و غریب ادب اور مذکورہ بالا باریکیوں پر نظر کرنے سے واضح ہو سکتا ہے کہ آپ کس درجہ کے صوفی تھے آپ کی تصوف دانی کی اس سے بڑھ کر دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ لاکھوں صوفی آپ کے مقلد ہو چکے اور ان میں شفیق بلخی اور معروف کرخی اور بایزید بسطامی اور فضیل بن عیاض اور داؤد طائی جنھیں طریقت میں امام الصوفیہ کے منصب حاصل ہیں۔ اور امام صاحب ہی کے مقلد تھے طبقہ متاخرین میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند خواجہ معین الدین چشتی جو اقلیم ہند کے روحانی پیشوا ہیں امام صاحب ہی کے مقلد ہیں۔

سیدنا حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار بھی اولیائے امت کے گروہ میں ایک نمایاں خصوصیت رکھتا ہے۔ آپ کے حالات و اقوال آپ کی تصوف دانی کا بیّن ثبوت ہیں فقیر یہاں چند واقعات پیش کرتا ہے۔ اگر کوئی صاحب تفصیل دیکھنا چاہتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ کتب سیر کی ورق گردانی کریں۔

حضرت امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف پر زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو اپنی نماز میں رفع یدین اور دعائے قنوت فی الفجر وغیرہ ترک کر دیا۔ لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا اس پر آپ نے فرمایا کہ ایسے بڑے امام

دیکھو در مختار۔ ایک روز امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے سامنے ہیں) اپنا مذہب ظاہر نہیں کر سکتا۔ دیکھنے کے
تو یہ ایک معمولی بات ہے۔ اگر غور کیا جائے تو اس میں ان کے
حسن عقیدت اور پھر ان کی تصوف دانی کا بہت بڑا
ثبوت ملتا ہے۔ آجکل یہ مسئلہ معرکۃ الآرا ہے کہ کیا مردے بھی
اپنی قبروں میں سے سنتے اور دیکھتے ہیں۔ ایک جماعت
بدینوں کی جو جھوٹے علماء کہلاتے ہیں وہ ان باتوں کی خاص
طور پر نفی کیا کرتے ہیں۔ صرف علمائے اہلسنت و جماعت ہی
اس مسئلہ کے قائل ہیں اور اس کے ثبوت میں کافی دلائل پیش
کیا کرتے ہیں۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ترک
قنوت فی الفجر و عدم رفع الیدین اس مسئلہ میں اس بات
کا مؤید ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ مردہ برابر دیکھتا
اور سنتا ہے پس آپکا رفع الیدین نہ کرنا سیدنا حضرت
امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیکھنے پر اور قنوت
کو ترک کرنا آپ کے سننے پر صاف دلالت کرتا ہے کہ آپ ان
کے سننے اور دیکھنے کے قائل ہیں دوسرے جو انہوں نے ادب
کیا ہے وہ بھی ایک ایسا ادب ہے جس کی نظیر بجز صوفیائے
کرام کے طبقہ کے کسی دوسرے میں نہیں مل سکتی۔ اس قسم کے
آداب سوائے جماعت اہلسنت کے کسی اور میں نہ ملیں گے
حضرت امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول مشہور ہے
کہ سیدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک اجابت
دعا کے لئے تریاق اعظم ہے یہ بات بھی سوائے صوفیوں کے
کسی کے بھی پسند خاطر نہیں ہوتی۔ نام نہاد علماء کے دل پر
نیز لگتا ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے مزار مبارک
کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑا ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا
ہے اس واقعہ سے بھی ثابت ہو سکتا ہے آپ کامل ولی اور
صوفی تھے اور صوفیائے کرام کے نزدیک کامل صوفی ہی ولی
ہوا کرتا ہے۔
ایک مرتبہ کسی نے مال بھیجا کہ مکہ معظمہ کے مجاوروں پر اسکو

تقسیم کر دیا جائے حضرت امام صاحب وہاں موجود تھے
اس مال سے کچھ آپ کے سامنے بھی لایا گیا کہ اس کو قبول فرمایئے
آپ نے فرمایا یہ جس کا مال ہے اس نے کیا کہا۔ عرض کیا گیا مالک
مال نے وصیت کی ہے کہ یہ مال پرہیزگار درویشوں پر تقسیم
کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا یہ مال مجھ کو لینا جائز نہیں کیونکہ
میں پرہیزگار متقی نہیں ہوں۔ دیکھو تذکرۃ الاولیاء یہ اور اس
کے سوا بہت سے حالات ہیں جس سے آپکی تصوف دانی اور
ریاضت شاقہ کا پتہ چلتا ہے۔ اختصار کے طور پر یہاں
بیان کیا گیا۔

سیدنا حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بڑے پایہ کے
صوفی گذرے ہیں ان کے اقوال و حالات میں بیشمار ایسے
واقعات ملتے ہیں کہ آپ میں صوفیہ کی سی محبت اور صوفیہ کی سی
محنت و ریاضت موجود تھی۔
آپ کا یہ قول مشہور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ
بھی پکے صوفی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جس نے علم الفقہ حاصل کیا اور
تصوف نہ سیکھا تو فاسق ہوا اور جس نے تصوف سیکھا اور فقہ
حاصل نہ کیا تو وہ زندیق ہوا۔ اور جس نے دونوں حاصل کر لیا
تو وہ محقق ہوا۔ ظاہر و باطن کا کیا ہی عمدہ فیصلہ فرمایا کہ نہ اسے
چھوڑنے کی رائے دی اور نہ اسے ترک کر سکے۔ اس سے
ثابت ہوا کہ آپ فقیہ بھی تھے اور صوفی بھی جیسے محقق کہتے ہیں۔
حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب ملاحظہ
فرمایئے مدینہ منورہ میں کبھی گھوڑے وغیرہ پر سوار نہ ہوئے
اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ دین و دنیا کے مالک صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم جس شہر میں ہوں وہاں میرا سوار ہو کر پھرنا میرے
نزدیک ادب کے خلاف ہے۔ مدینہ منورہ کی گلیوں میں چلتے
پھرتے وقت کبھی جوتہ نہیں پہنا اسلئے کہ جس زمین پر نبی

تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گشت لگائی ہو اسے جوتے سے نہیں روندوں گا انفاس رحیمیہ میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ادب کو اس طرح نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو اور خیال فرمائیے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس قدر لگاؤ اور تعلق تھا۔ لکھتے ہیں کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ در کوچہ ہائے مدینہ گاہے سوار نہ شد زیرا چہ جائے محبوب رب العالمین و سید المرسلین علیہ اکمل الصلوات و اکمل التسلیمات پیادہ رفتہ باشد آنجا سواری سوئے ادب است و آں امام ہمام ہر جا کہ عمارت قدیم می دید بادب تمام بوسہ میداد براُمید آنکہ شاید آں گل بوستان نبوت و آں ثمرۂ باغ رسالت بوئے دست رسانده باشد۔

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کی قدیم اور کہنہ دیواروں کو چومتے اور فرماتے کہ شاید یہاں گل گلستان نبوت و بوستان رسالت کا دست مبارک یا قدم شریف لگا ہو۔ اس کے بعد فرماتے کہ مدینہ منورہ کی دیواروں و کوچوں میں جہاں جہاں تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گزرے ہیں۔ اس میں سے ابتک خوشبو آتی ہے بشرطیکہ اس کے نام میں بیدینی کا زکام نہ ہو۔ امام صاحب کے یہ حالات تصوف دانی و محبت تامہ کا حرف بہ حرف ثبوت دیتے ہیں۔ دیکھو اور غور کرو اور انصاف کرو اس قسم کے آداب صوفیوں میں ہیں یا علماء میں علی الخصوص امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ فقرہ جو آپ نے ابتک خوشبو کا آنا اور اسے سونگھنے میں نفاق کا مانع ہونا بتلایا ہے وہ بھی غور طلب ہے جو آپکی وہ کرامت ہے جس کی نظیر بجز صوفیوں کے اور کسی میں نہیں مل سکتی

سیدنا حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایک باخدا صوفی منش بزرگ ہیں۔ ان کی تصرف دانی کا کمال اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ جب آپ سے ایک سائل نے دریافت کیا۔ ما الاخلاص۔ اخلاص کیا ہے۔ فرمایا الاخلاص ھو الاخلاص من آفات الاعمال۔ اخلاص یہ ہے کہ اعمال کی آفتوں سے چھوٹنا۔ دریافت کیا ما التوکل توکل کیا ہے۔ جواب عنایت فرمایا الثقۃ باللہ خداوند قدوس پر پورا بھروسہ کرنا۔ سوال کیا ما الرضا۔ رضا کیا ہے۔ فرمایا تسلیم الامور الی اللہ جملہ کاروبار خداوند تعالیٰ کے سپرد کر دینا۔ پوچھا گیا ما المحبت محبت کیا ہے فرمایا اس کا جواب حضرت بشر حافی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دینگے۔ جب تک وہ زندہ ہیں میں اس کا جواب دینا پسند نہیں کرتا۔ (مطالعہ کرو کشف المحجوب کا)

صاحب تذکرۃ الاولیا فرماتے ہیں کہ حضرت امام حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا سری سقطی و سیدنا معروف کرخی و سیدنا ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے آفتاب طریقت کے صحبت یافتہ ہیں۔ حضرت حافی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جو خصلتیں ہیں وہ مجھ میں نہیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ حلال طلب کرتے ہیں اپنے واسطے بھی اور اپنے بال بچوں کے واسطے بھی اور میں صرف اپنے ہی واسطے طلب کرتا ہوں دیکھو تذکرۃ الاولیا۔

ایک روز امام صاحب سے لوگوں نے دریافت کیا کہ زہد کسے کہتے ہیں۔ فرمایا زہد تین قسم کا ہوتا ہے ایک تو ترک حرام یہ زہد عوام کو حاصل ہے۔ دوسرے یعنی حلال اللہ میں لالچ نہ کرنا اور یہ زہد خاص لوگوں کا ہے تیسرے اس چیز کا ترک کرنا جو مولیٰ تعالیٰ کی طرف سے غافل بنا دے یہ زہد عارفوں کا ہے۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حکومت بغداد کی طرف سے یہ حکم ملا کہ آیت قرآنکا

مخلوق تسلیم کریں ورنہ ہزار کوڑوں کی مار کھانے کے لئے تیار ہوجائیں۔ حضرت امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی الاعلان انکار کر دیا۔ حاکم وقت نے امام صاحب کے انکاری جواب سنکر حکم دیا کہ بازار عام میں امام صاحب کو ہزار کوڑے گن کر لگائے جائیں کہا جاتا ہے کہ امام صاحب پر کوڑے برس رہے تھے ازار بند کھل گیا چونکہ آپ کے دونوں ہاتھ باندھ دیئے گئے تھے۔ امام صاحب کو تشویش ہوئی کہ اچانک غیب سے دو ہاتھ نمودار ہوئے اور آپکا ازاربند باندھ دیا گیا۔ لوگوں نے جب آپکی یہ کرامت دیکھی تو فوراً چھوڑ دیا جب آپ اس قید سے رہا ہو کر اپنی قیامگاہ پر تشریف لائے تو لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ اس قوم کے حق میں جس نے آپ کو ایذا پہونچائی ہے کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ مجھکو اس خیال سے کہ میں باطل پر ہوں خدا کے واسطے کوڑے لگائے تھے مگر جب انھوں نے میری سچائی دیکھی تو اپنے فعل سے باز آ گئے ایسی حالت میں میں نہ تو دنیا میں اس کا بدلہ لوں گا اور نہ آخرت میں۔ دیکھو تذکرۃ الاولیاء۔

امام صاحب فرماتے ہیں جس جماعت میں کسی کے پاس چاندی کی سرمہ دانی ہو انکی صحبت میں نہ بیٹھنا چاہیئے کہ یہ دنیا کے تکلفات میں ہمکو خداوند قدوس کی یاد سے غافل بناتے ہیں۔ حبیت دنیا از خدا بودن۔

نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب جب تک بغداد میں سکونت پذیر رہے لیکن وہاں کی روٹی نہ کھائی لوگوں نے جب اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ اس زمین کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازیوں کے لئے وقف کر دیا ہے اس لئے میں ہمیشہ موصل سے آٹا منگواتا ہوں۔ دیکھو تذکرہ۔ حبیت تقویٰ ترک شبہات و حرام۔

بہرحال امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال و افعال ان اولیاءہ الا المتقون کی عملی تفسیر ہیں ناظرین کرام خود ہی فیصلہ کریں جن حضرات کے زہد و اتقا و ریاضت شاقہ کا یہ عالم ہو کیونکر انھیں ہم گروہ صوفیائے کرام جیسی قدسی صفات سے الگ کر سکتے ہیں۔ سیدنا حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال و افعال تو علانیہ تصوف میں سرتاپا ڈوبے ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ زمانہ نے انکو بھی ایک اعلیٰ درجہ کا صوفی تسلیم کیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہزاروں اولیاء اللہ نے انھیں ائمہ اربعہ کی تقلید میں اپنی عمریں صرف کر دیں ہیں جو ان حضرات کی ولایت کی کافی دلیل ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

نعت شریف

نتیجۂ فکر جناب بیکل رامپوری

زمانہ کے داتا مدینہ کے باشی بلا لیتے مجھکو کبھی اپنی نگریا
تو کچھ نہ بگڑتا دو عالم کے رحمت ہر جاتی دکھی پر کرم کی نجریا

محبت کو وہ مرتبہ مل گیا ہے، اذاں دی یہ کس نے جہاں ہل گیا ہے
شہادت کی انگلی اٹھی بے تکلف جو نام آیا پہونچے تمہاری نگریا

اسے عشق کہتے ہیں ہر دم ہو فرقت کٹے روز و شب ہجر میں یہ محبت
شنیدہ بیاں پہ وہ سب دانت توڑے کوئی جا رہا ہے عرب کی ڈگریا

یداللہ کی زانو پہ نیند آ گئی ہے عصر تو قضا ہے محبت تو دیکھو
بہت دیکھے حیدر کھلی چشم سرور تو سورج نے منہ سے الٹ دی چدریا

حلیمہ کے گھر چاند تارے بھی مل مل کے سات بھر لوریاں دے رہے ہیں
کسے بھیڑ یالے گیا بیچ بن میں، وہ ہے کون جس نے چرائی بکریا،

تمہیں ہو تمہیں گنبد خضرا والے یہ جسکے لئے دونوں عالم بنے ہیں
تمہارے لئے ہے خدا اور خدائی تمہارے لئے کچھ نہ باقی کسریا

ادھر دیکھے سنگ پڑھتے ہیں کلمہ ادھر جانور پیڑ کرتے ہیں سجدے
ہوا چاند دو ٹکڑے حیران ہیں کافر حبیب خدا کی اٹھی جو انگریا

اے خیر البشر شافع روز محشر چراغ ہدیٰ مالک حوض کوثر
بلا لو قریب اپنے بیکل کو سرور بڑی معصیت میں کٹی ہے عمریا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون ہ الذین آمنوا وکانوا یتقون۔

پروردگار عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے اٹھارہ ہزار عالم کو پیدا فرمایا۔ اور اپنے فضل وکرم سے ان سب سے بنی نوع انسان کو منتخب کیا اور تاج کرامت اس کے سر پر رکھ کر ارشاد فرمایا۔ ولقد کرمنا بنی آدم۔ یعنے بیشک ہم نے انسان کو بزرگی بخشی۔ مگر یہ بزرگی وشرافت اسی کے لئے ہے۔ جو صحیح معنی میں انسان ہے۔ ورنہ صورت انسانی ہونا کوئی مفید نہیں۔

حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

آدمی را آدمیت لازم است
عود را گر بو نباشد ہیزم است

آدمی کیلئے خداوند تعالیٰ کی اطاعت وعبادت اس کی طلب وجستجو لازم اور ضروری ہے اور یہی اس کی آدمیت اور انسانیت ہے جیسی طرح عود اپنی خوشبو سے عود ہے ورنہ ایندھن اسی طرح انسان اپنی اس خصوصیت سے انسان ہے۔ ورنہ دوزخ کا ایندھن۔ جن لوگوں نے خدا کی عبادت کو چھوڑا اس کی طلب سے منہ موڑا۔ ان کے لئے ارشاد فرمایا ثم رددنٰہ اسفل سافلین۔ پھر لوٹا دیا ہم نے ان کو جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں۔ ان کو دیگر مخلوق پر فضیلت وبزرگی تو کجا ان کے واسطے ارشاد فرمادیا اولٰئک کالانعام بل ھم اضل۔ یہی لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔ البتہ وہ لوگ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کی اور اس مالک حقیقی اور بادشاہ تحقیقی کی طلب میں اپنی عمریں گذار دیں۔ اپنی خواہشات کو اس کی مرضی میں فنا کردیا۔ اور اپنے عیش وآرام کو اس کی خوشنودی میں ترک کردیا۔ رضا وتسلیم پر ثابت قدم رہے ان کے بڑے مراتب ہیں وہ مقبولان بارگاہ ومحبوبان الٰہی ہیں۔ ان لوگوں کو خداوند تعالیٰ نے اپنا قرب ونزدیکی عطا فرمائی۔ اس جماعت کو اولیاء اللہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ گروہ خدا کا دوست کہلاتا ہے۔ ان کو دنیا میں کوئی رنج وغم اور نہ عقبیٰ میں خوف وخطر۔ انہی کی شان میں ارشاد ہوا الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون یعنے آگاہ خبردار اولیاء اللہ کیلئے نہ کوئی خوف وخطر ہے اور نہ رنج وغم۔ اس آیت کریمہ کی ابتدا لفظ الا سے ہے۔ جو عربی میں تنبیہ کے واسطے آتا ہے۔ یعنی ہمہ تن متوجہ ہو جاؤ گوش دل سے سنو۔ یہ ذکر عوام کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ خاصان خدا کا ذکر ہے۔ ان کا تذکرہ ہے۔ اس کے لئے پوری توجہ اور کامل التفات

اولیائے کرام کی عظمت اور ان کے ذکر کی اہمیت
درکار ہے:
کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ تاکہ مخلوق خدا ان کی قدر پہچانے
کہ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندوں کے اس دربار عالی
میں بڑے مراتب ہیں۔ اولیاء ولی کی جمع ہے اور ولی ولا سے
ماخذ ہے۔ جس کے معنی قرب عزت و نصرت کے ہیں۔ یعنی اولیاء اللہ
خدا کے قرب و نزدیکی کے سوا کچھ نہیں چاہتے اور خداوند تعالیٰ ان
کو عزت دیتا ہے ان کی مدد فرماتا ہے۔ کیونکہ ولی فعیل کے وزن
پر ہے۔ جو فاعل مفعول دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگر
یعنی فاعل ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ ولی متولی ہے خداوند تعالیٰ
کی اطاعت و عبادت کا یعنے ہر ممکن طریقہ سے معبود حقیقی کی عبادت
میں مشغول ہے اور اسکی طلب میں ہمہ تن مصروف ہے۔ جسم سے
روح اور قلب سے اس کی یاد میں مصروف ہے۔ اور اگر بمعنی
مفعول ہو تو یہ معنے ہونگے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ متولی ہے ولی
کی عزت و نصرت کا۔ اس کی حمایت و حفاظت کا۔ اپنے سوا
کسی کا دست نگر اور محتاج نہیں کرے گا۔ اس کے تمام حوائج
دینی و دنیوی کا کفیل اور امور ظاہری و باطنی کا معین ہے
بس ولی وہ ہوا۔ جو منہمک ہے طاعتِ الٰہی اور طلب خداوندی
میں۔ اور اللہ رب العزت اس کی اعانت و نصرت فرمائے۔ اس
پر انعامات اور احسانات کی بارشیں کرے۔ اپنے اسرار و انوار
سے مستفیض فرمائے اپنے بساطِ تقرب پر اس کو سرفراز فرمائے
خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے جو شخص مجھ سے ایک بالشت نزدیکی
حاصل کرے میں اس سے ایک ہاتھ نزدیک ہوتا ہوں۔ جو شخص
مجھ سے ایک ہاتھ نزدیک ہو میں اس سے دونوں ہاتھ پھیلائے
ہوئے کے مقدار میں نزدیک ہوتا ہوں۔ جو شخص میری طرف
چل کر آئے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ اللہ تبارک
و تعالیٰ کی ذات پاک ہاتھ دو ہاتھ نزدیک ہونے اور چلنے
دوڑنے سے پاک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب میرا بندہ میری
طرف میں کوشش کرتا ہے تو میں اس کی کوشش سے بہت

زیادہ اس کو اپنا تقرب و نزدیکی عطا فرماتا ہوں۔ اور اس
راہ میں اس کی مدد فرما کر اس کو منزل مقصود پر پہونچا دیتا ہوں
اپنے بساطِ تقرب پر اس کو جگہ دیتا ہوں۔ واقعہ یہی ہے کہ اسی
کی مدد سے اسی کے فضل و کرم سے یہ میدان طے ہوتا ہے ورنہ
کجا انسانِ خاکی اور وہ ذاتِ خداوندی نورٌ علیٰ نور جس کے
فہم سے عقل قاصر اور ادراک سے وہم عاجز۔ کس طرح رسائی
ہو سکتی ہے۔ وہی فضل فرمائے اور بندہ نوازی سے سرفراز کرے
تب رسائی ہو سکتی ہے۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ ایک
شب اپنے بالاخانہ پر عبادت الٰہی میں مصروف تھے۔ اچانک
کسی اجنبی شخص کو دیکھا۔ حیرت سے پوچھا تو کون ہے؟ اور شاہی
محل پر تیرا کیا کام ہے۔ اس نے جواب دیا میرا اونٹ گم گیا ہے۔
اس کی تلاش میں یہاں آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ بڑا بے وقوف ہے
بالاخانہ پر اونٹ تلاش کرتا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ مجھ سے
زیادہ بے وقوف وہ شخص ہے جو تخت شاہی پر بیٹھ کر خدا تلاش
کرتا ہے یہ کہکر غائب ہو گیا۔ یہ منجانب اللہ حضرت ابراہیم ادھم
رحمۃ اللہ علیہ کو تنبیہ تھی جس کا اثر ہوا کہ تخت شاہی چھوڑ کر
فقیری اختیار کی اور آبادی سے منہ موڑ کر جنگل کی راہ لی۔ مگر
حقیقت میں بادشاہی چھوڑ کر شہنشاہی اختیار کی۔ اس لئے
کہ صحیح معنیٰ میں بادشاہ اولیاء کرام ہی ہیں ان کی سلطنت
اتنی وسیع ہے کہ زمین کے ذرہ ذرہ پانی کے قطرہ قطرہ درختوں
کے پتہ پتہ پر ان کی حکومت ہے۔ شیر سے لیکر چیونٹی تک سب
ان کے مطیع و فرماں بردار ہیں۔ ذوی العقول اور غیر ذوی العقول
سب پر ان کا قبضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اختیار دیا ہے
جو فرمائیں وہ ہو جس چیز کو جو حکم دیں اطاعت کرے اور کیوں
نہ ہو؟ کہ اب وہ اس مرتبہ میں ہیں ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

ان کا کہنا اللہ کا کہنا ہے۔ گرچہ اللہ کے بندے کے منہ سے ہو

یہی تو وجہ ہے کہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ قم باذنی کہکر ٹھوکر مارتے ہیں مردہ زندہ ہو جاتا ہے۔ ان کا کہنا خدا ہی کا کہنا تھا۔ اسی کے حکم سے مردہ زندہ ہوا تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ من کان للہ کان اللہ لہ جو اللہ کا ہوا۔ اللہ اس کا ہو گیا۔ اب مخلوق میں وہ کیا چیز ہے جو اس کے زیر فرمان نہ ہو گی اور اطاعت نہ کرے گی۔ شیر کی کیا مجال جو اس پر حملہ کر سکے کسی موذی جانور کی کیا طاقت جو ان کو ایذا دے۔ بلکہ تمام مخلوق ان کی فرمانبردار اور زیر حکومت ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھے اپنی گدڑی سی رہے تھے کہ ایک امیر کا ادھر گذر ہوا شیخ کو اس حال میں دیکھ کر اپنے دل میں خیال کیا کہ خدا کی شان ہے ان کو کیا ہو گیا ہفت اقلیم کی بادشاہت چھوڑ کر کیسی مفلسی و ناداری کی حالت میں ہیں۔ حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے اس خیال پر مطلع ہوئے اور آپ نے اپنی سوئی دریا میں پھینکدی۔ اور اس امیر سے کہا کہ میری سوئی نکلوا دو۔ چنانچہ بہت کوشش کی گئی مگر سوئی نہ نکلی پھر حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آواز دی اور فرمایا کہ اے دریا کی مچھلیو! میری سوئی لا دو۔ یہ کہنا تھا کہ لاکھوں مچھلیاں سونے کی سوئی منہ میں لیکر پانی کے اوپر تیرتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں سونے کی سوئی کی ضرورت نہیں۔ ہماری وہی لوہے کی سوئی لا دو۔ چنانچہ ایک مچھلی آتی ہے اور آپ کو سوئی دیجاتی ہے۔

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب میں بلخ کا بادشاہ تھا اس وقت میری حکومت انسانوں تک ہی محدود تھی جب سے اس بادشاہ حقیقی کے لئے وہ بادشاہت چھوڑی اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر چیز پر حکمراں و فرماں روا کر دیا۔ ہر چیز میرے تحت تصرف ہے۔ واقعی صحیح معنی میں سلطنت اولیائے کرام ہی کی ہے۔ انکی زندگی کے حالات و واقعات ان کی کرامات خرق عادات اس پر روشن دلیل ہیں۔ یہ مشاہدات و متواترات ہیں جو بدیہیات سے ہیں جن کا انکار کوئی صحیح دماغ والا نہیں کر سکتا۔ اگرچہ منکرین تو خدا کا بھی انکار کرتے ہیں۔ بعض لوگ نادانی و کج فہمی سے اپنے اوپر قیاس کر کے بزرگان دین اور اولیائے کاملین کی شان میں لب کشائی کرتے ہیں۔ یہ ان کی سخت غلطی اور انتہائی محرومی اور بدنصیبی ہے اسی پر تنبیہ فرماتے ہوئے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ آید در نوشتن شیر شیر

محبوبانِ خدا کو اپنے اوپر قیاس مت کرو اگرچہ لکھنے میں شیر اور شیر یکساں ہیں مگر حقیقت میں بہت بڑا فرق ہے ؎

شیر آں باشد کہ مردم می خورد
شیر آں باشد کہ مردم را درد

شیر وہ ہے جو آدمی کو پھاڑ کھاتا ہے لیکن شیر یعنی دودھ کہ جس کو آدمی پیتے ہیں۔ اسی طرح اولیائے کرام بھی ظاہری صورت میں ہم جیسے معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ان کے مراتب ہماری عقل و فہم سے باہر ہیں۔ ان کے اختیارات کی وسعت ہمارے احاطہ ادراک سے خارج ہے وہ ہستیاں جن کا یہ مرتبہ ہے اور جن کے اتنے وسیع اختیارات ہیں وہ کون ہیں۔ ان کی علامات و نشانات کیا ہیں خود اللہ تعالیٰ اسی آیت میں ارشاد فرماتا ہے الذین آمنوا وکانوا یتقون وہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ کرتے ہیں۔ ایمان تو سبھی مسلمان لائے ہیں اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سبھی پڑھتے ہیں لیکن ایمان کے مدارج و مراتب ہیں۔ اور ہر مرتبہ لا الہ الا اللہ کے معنی اسی مرتبہ کے مناسب ہیں۔ پہلا مرتبہ ایمان کا اتقاء عن الشرک ہے۔ خداوند تعالیٰ کو واحد لاشریک ماننا اس کی ذات و صفات و افعال میں دوسرے کو شریک نہ جاننا۔ عبادت خالص اسی کی کرنا۔ ہر مسلمان کے

لئے لازم اور ضروری ہے۔ بغیر اس کے مسلمان ہی نہیں۔ اس مرتبہ میں لا الٰہ الا اللہ کے معنی لا معبود الا اللہ ہیں یعنی پرستش اور عبادت کے لائق صرف ایک ہی ذات ہے۔ اللہ اس کا نام ہے۔ دوسرا مرتبہ ایمان کا یہ ہے کہ جتنے مودات جو ہیں ان تمام میں مقصود صرف ایک ذات واجب الوجود ہی ہے یعنی اللہ رب العزت کے سوا دوسرا کوئی مقصود حقیقی نہیں۔ جو فعل کرتا ہے اسی کی رضامندی کے لئے جو بات زبان سے نکالتا ہے اسی کی خوشنودی کے لئے نہ دنیا کی لذتوں کا خیال نہ عقبیٰ کی نعمتوں کا قصد تمام عبادات وریاضیات اسی ذات پاک واحد لاشریک کے لئے ہے وہی مقصود و مطلوب ہے اس مرتبہ میں لا الٰہ الا اللہ کے معنی لا مقصود الا اللہ ہیں تیسرا مرتبہ ایمان کا اس سے بھی اعلیٰ ہے۔ وہ یہ کہ طلب ذات خداوندی میں مومن کو اس قدر ترقی ہوئی۔ اور ایمان کے اس مرتبہ کمال کو پہنچ گیا کہ ماسوا اللہ کا قصد و خیال تو در کنار ذات الٰہی کے سوا دوسرے کا وجود ہی نظر نہیں آتا۔ پس موجود ہے تو ایک ذات حقیقی اللہ رب العزۃ ہے۔ اس مرتبہ میں لا الٰہ الا اللہ کے معنی لا موجود الا اللہ ہیں۔ یہ مرتبہ وحدت الوجود کا ہے یعنی وجود حقیقی صرف باری تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ اور جتنے موجودات ہیں وہ مرتبۂ ذات میں موجود نہیں۔ بلکہ معدوم ہیں ان کو وجود حقیقی کی طرف ایک نسبت ہے۔ اسی وجہ سے ان کو موجود کہتے ہیں یوں سمجھو کہ جس طرح آفتاب جب پانی کے مقابل ہوتا ہے تو پانی میں بھی آفتاب نظر آنے لگتا ہے۔ یا آئینہ آفتاب کے سامنے آیا تو آئینہ میں آفتاب نظر آنے لگا۔ تو کیا واقعی آئینہ میں آفتاب ہے نہیں نہیں۔ بلکہ آفتاب کا ایک عکس اور پرتو ہے جو مقابلہ کی وجہ سے نظر آتا ہے جب مقابلہ نہ رہا۔ کچھ بھی نہیں۔ یوں ہی سمجھنا چاہیئے کہ وجود حقیقی صرف ایک ہی ہے اس کے علاوہ جو اشیاء موجود دکھلاتی ہیں وہ حقیقت میں موجود نہیں

بلکہ اس وجود حقیقی کی طرف ایک نسبت قائم ہونیکی وجہ سے موجود کہلاتی ہیں ورنہ مرتبۂ ذات میں ہالک اور معدوم ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ کل شیئ ھالک الا وجھہ سوائے ذات باری تعالیٰ کے تمام اشیاء مرتبہ ذات میں ہلاک اور معدوم ہیں یہ نہیں کہ بعض جاہل تصوف کے مدعی صوفی کہلاتے ہیں۔ ہمہ اوست ہمہ اوست۔ سب وہی ہے یعنی سب خدا ہی ہے۔ معاذ اللہ یہ اتحاد ہے۔ جو کفر و شرک ہے بلکہ حقیقت میں ہمہ نیست او ہست یعنی کچھ نہیں صرف اس کی ذات ہے۔ تین امور ہیں۔ ایک اتحاد دوسرے توحید تیسرے وحدت خالق و مخلوق کو ایک کہنا یہ اتحاد ہے۔ جو کفر اور شرک ہے دوسرے توحید یعنی خالق و مخلوق میں فرق کرنا یعنی یوں جاننا کہ خداوند تعالیٰ کی ذات وصفات و افعال میں کوئی شریک نہیں۔ یہ ایمان ہے یعنی یوں سمجھنا کہ وجود مطلق اور وجود حقیقی صرف ذات باری تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا کوئی موجود ہی نہیں یہ حق ہے قائلین وحدت الوجود کا یہی مطلب ہے ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود ہی نہیں۔ جب اس کے سوا کوئی موجود ہی نہیں تو طلب و جستجو کس کی کریں پس ان کو اگر خواہش اور طلب و جستجو ہے تو صرف اسی ذات واحد لاشریک کی ہے۔ ان کا ہر فعل اسی ذات کے لئے ان کی عبادت عبادت خالصہ ہے کیونکہ عبادت کے تین مرتبے ہیں۔ ادنیٰ اوسط۔ اعلیٰ۔ ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ خدا کی عبادت سے صرف حصول دنیا مقصود ہو۔ یہ عبادت جسم بے روح کی طرح بالکل ناکارہ اور بیکار ہے۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ خدا کی عبادت دوزخ کے خوف اور جنت کے شوق سے ہو یہ متوسطین کی عبادت ہے تیسرا مرتبہ عبادت کا یہ ہے کہ خدا کی عبادت سے وہی مقصود ہو نہ دنیا کی نعمتوں کا خیال نہ عقبیٰ کی نعمتوں کا قصد۔ نہ جنت کا خیال نہ دوزخ کا ڈر اگر جنت کا خیال بھی ہو۔ تو وہ بھی اس وجہ سے

کہ اس میں دیدار خداوندی کا وعدہ ہے۔ غرضیکہ اولیائے کرام کی عبادت صرف ذات وحدہٗ لاشریک کے لئے ہے۔ وہی مطلوب و مقصود ہے اس کے سوا کوئی غرض اور کسی کی پرواہ نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اولیائے کرام کی عبادت اعلیٰ مرتبہ پر ہے اسی طرح ان کا ایمان کامل اور انتہائی مرتبہ پر ہے پھر کیوں نہ مقبولان بارگاہ و محبوبان الٰہ ہوں اور کیوں کسی کا رنج و غم اور خوف و خطر ہو۔ اسی لئے رب العزت تبارک و تعالیٰ نے ان کے سروں پر **لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون** کا تاج رکھا اعلان فرمادیا کہ اولیائے کرام کو نہ دنیا میں کوئی خوف و خطر ہے نہ عقبیٰ میں کوئی رنج و غم۔

آمد بہار

از جناب شاداں صاحب سلطانپوری

یہی حسرت ہے یارب یاد انکی بار بار آئے
دل مضطر کو میرے جس سے چین آئے قرار آئے

گلستاں میں نہ جبتک روح گل جان بہار آئے
بھلا ممکن ہے یہ کیسے بہاروں پر نکھار آئے

پیمبر یوں تو آئے کو جہاں میں بے شمار آئے
مگر محبوب داور سبکے ہو کر تاجدار آئے

جہاں کا ذرہ ذرہ وجد میں آکر پکارا تھا
سراپا رحمت عالم حبیب کردگار آئے

گلستان عرب سے جب ہوائے خوشگوار آئے
چمن ہی پر نہیں موقوف صحرا میں بہار آئے

فرشتے فرش رہ کے واسطے آنکھیں بچھاتے ہیں
جدھر ہو کر شہ دیں دو جہاں کے تاجدار آئے

نہ دیکھے پیار کی نظروں سے آخر کیوں انھیں دنیا
خدا کو خود بھی جنکی شکل نورانی پہ پیار آئے

در و دیوار بھی شاداں کھڑے ہیں پیشوائی کو
یہی ہے شور ہر سو دو جہاں کے تاجدار آئے

مکتبہ پاسبان

قرآن شریف ترجمہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ مجلد چرمی چھپائی -/۱۲
مطبوعہ مراد آباد تفسیر صدر الافاضل رضی اللہ عنہ غیر چھپائی -/۱۶
قرآن شریف ترجمہ اعلیٰ حضرت مطبوعہ کراچی قسم اول -/20
" " قسم دوم -/16

نام کتاب	مصنف	قیمت
حدائق بخشش اول	اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-/1
" دوم	"	-/1
عورت کی نماز	مناظر اسلام مولانا رفاقت حسین صاحب مفتی کانپور	/8/
حقیقت جماعت اسلامی	"	
قادیانی کذاب	"	/8/-
نہایۃ الوہابیہ	بحر العلوم مولانا عبد الحفیظ صاحب مفتی پاسبان	
تحریک جماعت اسلامی	" زیر طبع باہتمام مکتبہ پاسبان	
نظام الاوقات	شمس العلماء مولانا محمد نظام الدین صاحب مفتی پاسبان	/4/
العذاب الشدید	محبوب العلماء مولانا محبوب احمد صاحب اشرفی	
ثواب	سحبان الہند مولانا ابو الوفا صاحب فصیحی	
سوانح کربلا	صدر الافاضل رضی اللہ عنہ	2/8/
محبوب یزدانی	مولانا سید شاہ نعیم اشرف صاحب جائسی	/6/-
تنویر الایمان	مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی	/12
فی فضائل شعبان	ایڈیٹر پاسبان	

اس کے علاوہ ہر قسم کی مذہبی۔ تاریخی کتابیں مکتبہ پاسبان سے طلب فرمائیے۔ **نوٹ** :- بغیر چوتھائی رقم پیشگی آئے آرڈر کی تعمیل نہ کی جائے گی۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار

(۱) مکتبہ پاسبان ۲۲۵ دائرہ شاہ اجمل۔ الہ آباد ۳
(۲) مکتبہ پاسبان۔ ہری رام بلڈنگ ۶۲ تیسرا مالہ محمد علی روڈ۔ بمبئی ۱۱

از شمس العلماء حضرت مولانا حکیم محمد نظام الدین صاحب قبلہ ناظم جامعہ نظامیہ الہ آباد

(س) - زید کا پیشہ کپڑا دھونا ہے (یعنی مسلمان دھوبی) بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ اس کے یہاں کا کھانا حرام ہے یوں کہ اسکے صحن میں چولھا ہے جس میں کپڑوں کو گرم کیا جاتا ہے - براہ کرم شرعی جواب عنایت فرمائیں۔

(محمد معشوق علی نیازی کلاتھ مرچنٹ۔ ڈاکخانہ کھونٹی ضلع رانچی)

(ج) - صورت مسئولہ میں زید مسلمان ہے اور تمام مسلمان بحیثیت مسلم کے اخوت کا رشتہ رکھتے ہیں اور کھانے کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے ۔ گھر میں کپڑوں کے گرم کرنے کے لئے چولھا ہونا حرمت کی کوئی شرعی وجہ نہیں ہے ۔ اس لئے زید کے یہاں کھانا حرام نہیں ہے ۔

(س) - میرا کاروبار جولائی میں ختم ہوتا تھا اور اسی وقت میں حساب کر کے زکوٰۃ نکالتا تھا - اب دسمبر میں ختم کرنا چاہتا ہوں - یعنی چھ ماہ قبل - اب کس طرح اور کس حساب سے زکوٰۃ نکالی جائے کیونکہ ابھی سال ختم نہیں ۔

(المستفتی محمد امین سلیمانی بالبر شاپ چوک یکدرہ)

(ج) زکوٰۃ کے فرض ہونے کے لئے مال نصاب پر حولان حول شرط ہے جیسا کہ شامی میں ہے لان حولان الحول علی النصاب شرط لکونہ سببا یعنی جب تک سال پورا نہیں ہوتا اس وقت تک زکوٰۃ کی فرضیت نہیں آتی تعجیل اور تاخیر کی شریعت نے اجازت دی ہے اس لئے جو زکوٰۃ جولائی میں فرض ہونے والی ہے اگر دسمبر ہی میں پہلے ادا کر دے اور ادائیگی کا سال یہی مقرر کر لے تو یہ جائز ہے (اگرچہ ادائیگی زکوٰۃ وغیرہ امور دینیہ میں قمری سال معتبر ہے اور رمضان کا مہینہ افضل ہے) بغیر سال کے پورا ہوئے حولان حول کی شرط مفقود ہونے کی وجہ سے نصف سال کی زکوٰۃ کا شرعاً وجوب نہیں ہوتا ۔

(س) - اگر کوئی نادار قرض دار ہے کیا ہم قرض کی مد میں اس قرضدار سے یہ کہہ کر کہ ہم نے زکوٰۃ فنڈ میں تمہارے نام رقم لکھ کر قرض والی رقم محسوب کر لی یہ جائز ہے ؟ اور اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی ؟ اور اگر بغیر قرضدار سے یہ کہے ہوئے اس رقم کو زکوٰۃ فنڈ میں شمار کر لیں اور قرضدار سے تقاضۂ قرضہ کا چھوڑ دیں تو اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائیگی ؟

(ج) - اگر کسی نے فقیر کے دین کو اپنے مال کی زکوٰۃ سے ادا کر دیا تو اس کی دو صورت ہو سکتی ہے کیونکہ فقیر نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا یا نہیں پہلی صورت جائز ہے دوسری صورت ناجائز ہے مگر دین ضرور ساقط ہو جائے گا - جیسا کہ عالمگیری میں ہے ولو قضی دین الفقیر من زکوٰۃ مالہ ان کان بامرہ یجوز وان کان بغیر امرہ لا یجوز ویسقط

الدین۔

(س) بقایا رقم جو عرصہ دراز سے بقایا چلی آتی ہے اس کی زکوٰۃ کب ادا کی جائے یا اسی وقت یا وہ رقم جب ملے تب اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔

(ج) ۔جس پر قرضہ ہے اگر وہ اقرار کر رہا ہے تو اس مال کی زکوٰۃ واجب ہے۔ خواہ قرضہ لینے والا خوش حال ہو یا تنگدست جیسا کہ ہدایہ میں ہے ولو کان الدین علی مقر ملیئ او معسر تجب الزکوٰۃ لامکان الوصول الیہ اور اگر انکار کرتا ہے مگر قرضہ دینے والے کے پاس ثبوت ہے یا قاضی اس معاملہ سے واقف ہے تب بھی اس مال کی زکوٰۃ واجب ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے کذا لو کان علی جاحد وعلیہ بینۃ او علم بہ القاضی لما قلنا۔

البتہ جس نے قرض دیا ہے اگر اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے اور جس نے قرض لیا ہے وہ برابر انکار کرتا جا رہا ہو تو اس مال پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ جب تک وہ اقرار نہ کرے یا ثبوت نہ بہم پہونچ جائے جیسا کہ ہدایہ میں ہے ومن لہ علی آخر دین فجحدہ سنین ثم قامت بہ بینۃ لم یزکہ لما مضی۔

نوٹ :۔ مذکورہ بالا جوابات میں تجب کا لفظ ہے یعنی وجوب ابھی ہے اور جلد ادائیگی افضل ہے مگر شریعت مطہرہ نے تاخیر کی اجازت دیکر زکوٰۃ دینے والے کو سہولت بخشی ہے۔

(س) کیا مد زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ دی جا سکتی ہے؟ جبکہ مدرسہ اسلامیہ میں اس کا کوئی اور مصرف نہیں ہے۔

(ج) ۔مدرسین کی تنخواہ اجرت ہے اور اجرت میں زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔

(س) ۔مدرسہ کی عمارت کی مرمت یا سفیدی کرائی یا ٹاٹ وفرش مدرسہ میں زکوٰۃ فنڈ سے رقم دی جا سکتی ہے؟ اور زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

(ج) ۔چونکہ تملیک ادائیگی زکوٰۃ کا رکن ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے لانعدام التملیک وھو الرکن اور مسجد ہو یا مدرسہ انکی عمارت، مرمت سفیدی وٹاٹ و فرش وفروش وغیرہ میں تملاک نہیں ہوتی اسلئے زکوٰۃ کی مد سے ان میں صرف کرنے سے زکوٰۃ کی ادائیگی نہ ہوگی۔

(س) ۔ایک شخص نے فرض نماز کے قعدہ اخیرہ میں اقتدا کی درانحالیکہ امام نے التحیات شروع کیا تھا آیا اس نے جماعت پالیا یا نہیں؟ اور اسے جماعت کا کچھ ثواب حاصل ہوا یا نہیں؟ دوسرے شخص نے اسی قعدہ اخیرہ میں اقتدا کیا جبکہ امام تشہد تمام کر چکا تھا آیا اس نے جماعت پایا یا نہیں۔

(ج) ۔دونوں صورت میں جماعت کا ثواب پالیا۔

(س) ۔ایک شخص نے قعدہ اخیرہ میں اس وقت اقتدا کیا جبکہ امام داہنا سلام پھیر چکا تھا آیا اس نے جماعت پایا یا نہیں اور اس کی نماز اسی نیت سے ادا ہو جائیگی یا نہیں؟ یا اس کو نئے سرے سے نیت کر کے علیحدہ نماز ادا کرنا ہوگا یا کیا؟

(ج) ۔نہ تو اقتدا صحیح ہوئی نہ جماعت کا ثواب ملا بلکہ پھر سے نماز پڑھے جیسا کہ علامہ شامی نے تجنیس سے نقل کیا ہے کہ الامام اذا فرغ من صلوٰتہ فلما قال السلام جاء رجل اقتدیٰ بہ قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلاً فی صلاتہ

کیا آپ نہیں جانتے؟

میں انگریزی ماہ کے ہر ۲۸ تاریخ کو ڈاکخانہ کے حوالہ ہوجایا کرتا ہوں اگر خدا نخواستہ کسی خرد برد سے ۱۰ تک آپ کی خدمت میں نہ پہونچ سکوں تو فوراً میرے دفتر میں اسکی اطلاع کردیں پھر سے حاضر ہو جایا کروں گا ورنہ میرا دفتر معذور ہوگا۔

آپکا محبوب ترین پاسبان
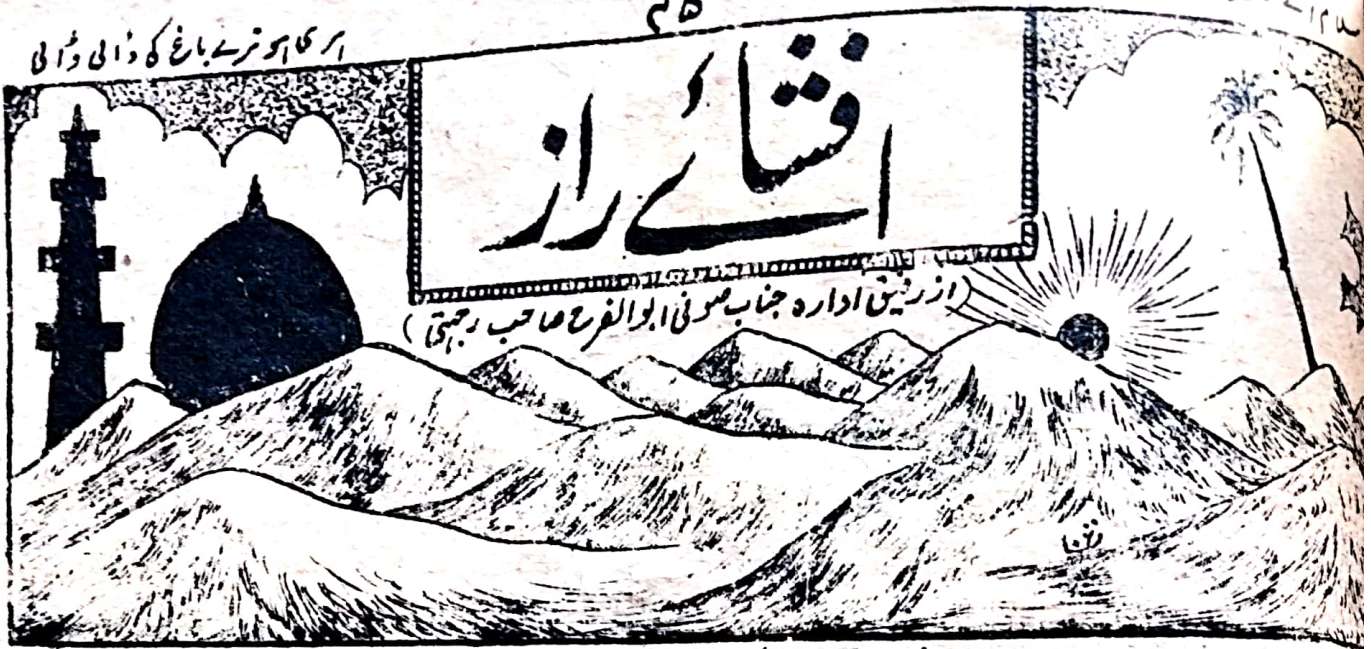
اس نے بچپن اور جوانی بڑے ناز و نعم میں گذاری مگر جیسے جیسے آفتاب زندگی ڈھلنے لگا اس کی آمدنی میں بھی کمی ہونے لگی، اور سچ پوچھئے تو وہ کام کرنا چاہتا ہی نہ تھا، کیونکہ وہ کام کرتے کرتے تھک چکا تھا، سرمایہ داروں کے طعن و تشنیع کے زہر سے بجھے ہوئے تیروں نے پہلے اس کے دل کو اور پھر جسم کی بوٹی بوٹی کو چھلنی کر دیا تھا —— اور اب وہ اس بات کے لئے بالکل تیار نہ تھا کہ پھر وہ ان زخموں سے چور اور تیروں سے چھلنی بوٹیوں کو ظلم و ستم کی آماجگاہ بنائے، ان ظالم سرمایہ داروں کی آستانہ بوسی اور خدمت گذاری کے لئے اپنی زندگی برباد کرے —— صبح سے شام تک جانوروں کی طرح ہانپتا کانپتا اور بوجھ ڈھوتا رہے۔ مگر جب مزدوری مانگے تو دو چار صلواتیں سن کر خیرات کے طور پر چند آنے لیکر اپنے گھر واپس جائے! —— بیوی بچے جو صبح سے شام تک اس امید پر رہیں کہ اب کام سے چھٹی ملے گی تو ساری چیزیں بازار سے آئیں گی ...... لیکن شام کے وقت کی یہ آواز " آج مزدوری نہیں ملی" سن کر سناٹے میں آجائیں اور دوسرے دن کی امید پر زندہ رہنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

ایک دن مزدور کی بیوی نے کہا " آج کچھ نہیں پکے گا؟"

مزدور:- اچھا تو ہے۔

بیوی:- ارے کچھ نہیں پکے گا، تو اچھا ہے یا برا؟ کیا بولتے ہو؟

مزدور:- اچھا ہے، جانے دو، آج بھی ہم کام کے لئے نہیں جائیں گے ...... اب جو ہو ...... ہم سے کام نہیں ہوگا۔

بیوی:- کام نہیں کرو گے تو کیسے کام چلے گا؟ ہم لوگ کیا کھائیں گے؟ ...... نہ گھر میں کچھ ہے اور نہ ہم کو کوئی دیگا ... کام کرتے تھے تو ہفتہ دو ہفتہ پر اس کی امید تو رہتی تھی۔ کہ مزدوری ملے گی تو دے دوں گی ...... اور اسی لئے لوگ دے بھی دیتے تھے، اب کس سے کہوں گی اور کون دے گا ہم کو؟

مزدور:- جانے دو! نہیں دے گا کوئی تو نہ دے" ......

بیوی:- کیسی باتیں کرتے ہو، آج کیا ہو گیا ہے تم کو؟" کھانا نہیں پکے گا تو اچھا ہے"...... جانے دو نہیں دے گا کوئی تو نہ دے" ...... تمہارا پیٹ بھرا رہتا ہے تو رہے ... ہم لوگ تو بھوکے ہیں ...... رات بھی ایک روٹی میں ہم چاروں نے کھایا، کل بھی یہی ہوا —— اور کہتے ہو" جانے دو"

مزدور:- —— تو تم ہی بولو! کیا کریں؟

بیوی:- —— کام کرو اور کیا!

مزدور:- —— اب کام نہیں ملتا ہے!

بیوی:- —— تم جھوٹ بول رہے ہو، ساری خدائی میں اتنے کل کارخانے پھیلے ہوئے ہیں، سبھوں کے یہاں عالی شان عمارتیں بن رہی ہیں ہزار طرح کی سرکاری نوکری مل رہی ہے اور سب لوگ دن رات کام کر رہے ہیں، مگر تم کو کام ہی نہیں

ملتا ہے — ہے نا؟

مزدور:— تم سمجھتی نہیں ہو! سبھوں کے لئے کام ہے مگر میرے لئے نہیں! ..... ہم نے فضلو بابو، ساجد بھائی اور اور لوگوں سے پوچھا کہ کچھ کام ہے تو کہئے؟ مگر سبھوں نے یہی کہا "ارے بھائی گرانی میں اور مکان؟" !

بیوی:— خیر ہم کو اس سے کیا ..... تم کو کام ملے یا نہ ملے! ہم لوگوں کو کھانا دوگے یا یوں ہی پیٹ پر پتھر باندھنے کی رائے؟ ..... آخر دنیا میں اتنے لوگ کہاں سے کھا رہے ہیں ..... سب مکان تھوڑے ہی بنا رہے ہیں .... ہزار طرح کے کام دھندے ہیں ..... ٹولہ محلہ کے مرد عورت تو کام کرکے خوب آرام سے بسر کریں ..... مگر تم کو کام ہی نہیں ملتا ہے؟

مزدور:— عجیب پاگل ہو! اس وقت سے دماغ چاٹ رہی ہو۔ ہم یہ تھوڑے ہی کہہ رہے ہیں کہ پیٹ پر پتھر باندھو! جب کام ملے گا، روپیہ ہوگا، تو سب کا ادا کر دینگے ..... ابھی کسی صورت سے کام چلاؤ .... ! بیوی جھلا اٹھی اور ذرا تیکھے انداز میں بولی "کرنا دھرنا خاک نہیں اور زبان گز بھر کی .... یہی تو اس وقت سے کہا جا رہا ہے کہ جب تم کام نہیں کروگے تو لوگ کس آسرے پر قرض دینگے۔ جانتے نہیں ہو۔ جس کے یہاں گیہوں سوکھتا ہے اسی کو لوگ گیہوں قرض دیتے ہیں۔

مزدور نے بڑے اطمینان سے کہا "او یہ بات ہے؟ ..... اب سمجھا تمہاری بات ..... یعنی ہم کو کام کرنا چاہئے جب لوگ قرض دینگے — ہے نا؟ اچھا ہم کام کرینگے مگر اگلے ہفتے سے۔

بیوی کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی اور فوراً پڑوس کے ایک گھر میں جا کر بولی "ادھر ان کا دل کام سے اچاٹ ہو گیا تھا اور کام کے نام سے گھبراتے تھے۔ مگر کہئے تو آج تیار ہو گئے اور بولے ہیں کہ اگلے ہفتہ سے کام پر جائیں گے" پڑوسن بولی "بڑا اچھا ہوا ..... نا تو بال بچے بھوکے مر جاتے ..... تم کو جو جو چیز کی ضرورت ہو، جیسے پہلے جاتی تھیں۔ لے جاؤ گی، جب ہوگا دے دوگی!" پڑوسن کے اتنا کہنے سے مزدور کی بیوی کو ڈھارس بندھی اور پھر اس سے اپنی ضرورت پیش کی۔ پڑوسن نے اس کے کہنے کے مطابق جب چاول، دال اور کچھ پیسے اس کے حوالے کر دیا تو یہ انہیں لے کر گھر آئی اور اپنے شوہر سے بولی۔ "اللہ بھلا کرے بے چاری کا ...... انھوں نے ساری چیزیں دے دیں اور تمہارے کام کرنے کی خبر سے بہت خوش ہوئیں — مگر (ہنس کر) کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کام ہی نہ کرو"

مزدور نے بھی ہنس کر جواب دیا "نہیں! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا جب کہہ دیا ہے تو ضرور جائیں گے اور ضرور کام کرینگے تم اطمینان رکھو"

آج پندرہ دن گذر گئے مگر مزدور گھر سے باہر قدم ہی نہ نکالا اور اپنا روز کا معمول یہ بنا لیا کہ ایک کوٹھری میں چلا جاتا اور چار پانچ گھنٹوں کے بعد وہاں سے آتا۔

بیوی نے پہلے دو چار بار سمجھایا کہ دن رات جب کوٹھری ہی میں بیٹھے رہوگے تو آخر ہم لوگوں کا پیٹ کیسے بھرے گا؟ یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بال بچوں اور خویش و اقربا کا بھی خیال کرو۔ مگر مزدور ہر بار سنی ان سنی کر دیتا۔ تو بیوی نے سمجھا کہ اس نے یہ نسخہ ایجاد کیا ہے، جس میں کسی کو کچھ بولنے کا موقع نہ ملے انتہا یہ کر دی کہ اور لوگوں کی زبانی بھی اپنے شوہر کو ایسی ایسی باتیں کہلائیں، جس سے اس کو گھر چھوڑ دینا ہی چاہئے تھا۔ مگر وہ دھن کا پکا کچھ ایسا ویسا تو تھا نہیں، اس نے سبھوں کو ایک سا جواب دیا "ہم ضرور کام کریں گے ..... تم اس سے اطمینان رکھو ....." اور پھر اپنے کام میں لگ گیا

ہوتے ہوتے جب پورا ایک مہینہ گذر گیا تو فاقہ کی نوبت آگئی۔ اور پڑوسن نے بھی مزدور کے کام سے جی چرانے کا قصہ سن کر ساری ہمدردیاں ختم کر دیں۔ اب بیوی نے غضبناک

ہو کر اس کی کوٹھری کے دروازے پر جا کر کہا: "کوٹھری میں ہاتھ پاؤں توڑ کے بیٹھے رہو گے یا باہر کمانے کے لیے جاؤ گے بھی؟ تم کو اپنے کھانے پینے کی فکر نہیں ہے مگر ہم لوگ کیا کریں گے؟ نہ رات کھایا ہے اور نہ اس وقت — اب چار چار وقت کا فاقہ ہم سے برداشت نہیں ہوگا۔ چلو! نکلو اس کوٹھری سے اور جاؤ کمانے کے لئے باہر۔"

مزدور نے آج بھی وہی کہنا چاہا مگر بیوی نے ڈانٹ کر کہا: "اب سنتے سنتے کان بہرا ہو گیا۔ آج تم کو جانا ہوگا۔۔۔!"

اس نادری حکم کو سن کر مزدور کے دل میں کیا آیا کہ اس وقت تو "بہت اچھا" کہا اور دوسرے دن صبح سویرے گھر سے نکل کر کام کی تلاش میں چلا گیا۔

مزدور گھر سے نکلا اور اپنے گاؤں سے تین میل کی دوری پر ایک ندی کے کنارے بالو پر بیٹھ کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

دن بھر اطمینان سے اپنے معمولات انجام دیتا رہا۔ وہاں نہ کسی کی ڈانٹ تھی نہ جھڑپ، نہ محلے ٹولے کا کوئی آدمی تھا اور نہ وہ تیز مزاج بیوی۔ شام کے وقت اپنی لاٹھی ہاتھ میں لی اور خوش خوش گھر پہنچا — بیوی نے سمجھا کام مل جانے کی وجہ سے خوش ہے۔ حالانکہ یہ خوش تھا اس لئے کہ آج اسے بڑے اطمینان اور سکون کی جگہ مل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد بیوی نے پوچھا "کتنا ملا؟" — مزدور نے جواب دیا "کل ملے گا!" — بیوی نے سوچا، چلو کام تو مل گیا، مزدوری ملنے میں تو دیر سویر ہوتی ہی ہے — پھر مزدور کو ایک روٹی دی اس نے کھائی اور سو گیا۔

صبح کو اٹھا اور پھر وہی کیا جو کل کیا تھا اور شام کو بھی وہی کیا — اور اب یہ دستور بنا لیا کہ صبح سویرے ندی کنارے پہنچ جاتا اور شام کو واپس۔

اس واقعہ کے دسویں دن بیوی نے پوچھا "ابھی تک تم کو مزدوری نہیں ملی؟"

مزدور: — نہیں! مالک نے کہا ہے کہ جلد ہی دے دینگے

بیوی: — نہیں! کل کہو گے کہ سرکار جن کا جن کا قرضہ ہے وہ بہت تنگ کرتے ہیں اور میرے بال بچوں کا کپڑا بھی پھٹ گیا ہے، تو ضرور مل جائے گی۔

مزدور: — اچھا، یہی کہہ دینگے۔

صبح کے وقت پھر جب مزدور اپنے کام پر جانے لگا تو بیوی نے یاد دلایا "دیکھو! آج مالک سے ضرور کہہ دو گے!" اور اس کے جواب میں اس نے "بہت اچھا" کہا اور اپنی منزل کی راہ لی

صبح سے شام تک تو مزدور بڑے اطمینان سے اپنے کام میں لگا رہا۔ مگر خلاف معمول آج جیسے ہی دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا تو اسے یاد آیا کہ "آج وعدہ کیا تھا کہ مالک سے ضرور کہیں گے اور مزدوری لے لیں گے" مگر ہم نے تو کام کا بہانہ کیا ہے اب آج کیا کہیں گے۔ اتنا خیال کرتے ہی اس کا جی بھر آیا اور خوب خوب رویا۔ پھر سوچا "اچھا آج بھی کہہ دیں گے کہ مالک نے کل کا وعدہ کیا ہے" — گھر پہنچا تو بیوی نے پوچھا "کہو آج ملی یا نہیں۔؟"

مزدور نے کہا "مالک نے کہا ہے کل ضرور دے دینگے اور سب بے باق کر دینگے" اس تسلی بخش جواب نے بیوی کو کچھ بولنے کا موقع نہ دیا۔ پھر مزدور اپنی کوٹھری میں چلا گیا۔

آدھی رات کے بعد جب باہر آیا تو بیوی نے کہا۔ "اتنی دیر سے کہاں تھے نہ تم نے کچھ کھایا نہ پیا۔۔۔ ! اتنی بھی نماز پڑھی جاتی ہے؟ کہ کسی بات کی فکر نہیں۔۔۔؟"

اتنا سن کر مزدور کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، چہرے کا رنگ بدلنے لگا اور پھر "نہیں نہیں" کہہ کر بولا "آج مالک نے میری دعوت کی تھی۔۔۔ اور وہیں خوب ڈٹ کے کھایا ہے اب مجھے بھوک نہیں معلوم ہو رہی ہے۔۔۔" بیوی بولی۔ "ہم تو سمجھ

ہی سے تھے کہ تمھارا پیٹ بھرا رہتا ہے۔ جبھی تم ہم لوگوں کی طرف سے بے پرواہ رہتے ہو۔ ہاں مگر کل ضرور حساب کرا لینا۔ اگر نہیں لائے تو اچھا نہیں ہوگا۔" مزدور نے کہا "ہم اس کا وعدہ کرتے ہیں کہ کل ضرور اپنی مزدوری کا حساب کرالیں گے، اور کل ضرور لائیں گے۔"

صبح کے وقت جب مزدور اپنے کام پر جانے لگا تو بیوی نے پھر یاد دلایا اور بڑی سختی سے کہا "اگر آج نہیں لاؤگے تو اچھا نہیں ہوگا۔ دیکھو بھول گئے نہیں صاف صاف کہہ دوگے۔ اور اگر نہیں دے تو کہہ دوگے کہ تب ہم سے کام نہیں ہوگا۔"

مزدور آج بھی اپنا پیٹنٹ جملہ "بہت اچھا، ضرور کہینگے" دہراتا ہوا گھر سے نکلا۔ اور ندی کنارے پہنچ کر خلاف معمول بغیر سستائے اور آرام کئے اپنے کام میں لگ گیا۔

شام کے وقت جب واپس آنے لگا تو اسے اپنے وعدے کا خیال ہوا اور سوچا کہ اگر آج بھی کچھ نہیں لے جائینگے تو ہم کو بھی برا بھلا کہے گی اور میرے مالک کو بھی۔ سوچتے سوچتے ایک ترکیب سمجھ میں آئی........ اور اس نے اپنے گمچھے میں بالو باندھ کر گھر کا راستہ لیا۔ راستہ میں اسے خیال ہوا کہ جب میری بیوی اسے کھولے گی تو خدا معلوم کیا کیا کہے گی اس لئے جاتے ہی اسے دے دوں گا اور خود کسی جگہ چھپ جاؤں گا پھر جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو سارا حال کہہ دوں گا — ! گھر پہونچ کر اس نے گٹھری تو بیوی کے حوالے کی اور خود نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

بیوی نے گٹھری کا ٹٹولی تو سمجھا کوئی غلہ ہے۔ مگر جب کھولی تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب دیکھا کہ پورا گچھا سونے کے ریزوں سے بھرا ہوا ہے — بے ساختہ بولی "ارے سونا! — پڑوسن نے "سونا... سونا" کی رٹ جو سنی تو وہ بھی آگئی اور پھر ایک ایک دو دو کرکے گاؤں کے لوگوں کا تانتا بندھ گیا اور ہر شخص ان لوگوں کی قسمت پر رشک کرنے لگا۔

پڑوسن نے اس وقت بھی بڑی خندہ پیشانی اور بغیر طلب کئے ہوئے آٹا چینی گھی۔ اور دوسرے لوازمات لاکر دیا اور کہا "اسی وقت حلوہ اور پوری تیار کرو اور سب لوگوں کا منہ میٹھا کردو"۔

مزدور کی بیوی اور پھر گاؤں کی بھی کئی عورتیں چیزوں کی تیاری میں لگ گئیں، وہی گھر جو ابھی غربت کدہ اور ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ آن واحد میں عشرت کدہ بن گیا۔ در و دیوار پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اور مصیبت کی اندھیری رات عید کا دن بن گئی۔

بارہ بجے رات کے بعد جب مزدور ندامت سے اپنا منہ چھپائے حالات کا جائزہ لینے کے لئے اپنے دروازہ پر پہنچا تو اس کو دھوکہ ہوا اور سمجھا کہ یہ میرا گھر ہی نہیں ہے کیونکہ میرے یہاں اتنی چہل پہل اور ان بہترین کھانوں کی بو کہاں سے آئے گی؟ آخر ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کس کا گھر ہے؟ تو اس نے سمجھا کہ چونکہ آج یہ بہت مالدار ہو گیا ہے اس لئے دولت کے نشہ میں چور ہو گیا ہے.... مگر پھر بڑی متانت سے بولا۔ "یہ تمھارا گھر ہے بڑے میاں۔ جاؤ نا اندر..... آج خوب پوری پکوان ہے!......" — مزدور اندر گیا تو بیوی سے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟" بیوی نے کہا "آپ ہی کے دم سے یہ سب ہے اور پوچھتے ہیں کیا ہو رہا ہے.... یہ تو بتائیے! آپ گئے تھے کہاں؟ .... اور ابھی تک آپ نے کچھ کھایا بھی نہیں ہے........ رات کو آرام بھی نہ کیجئے گا تو پھر کیسے کام چلے گا؟" — مزدور نے ان تمام کلمات ہمدردی کو بڑے تعجب سے سنا اور پھر کہا "میرے پوچھنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اتنی چہل پہل کہاں سے؟" — بیوی نے ہنس کر کہا "آپ ہی نے سب کچھ کیا..... آپ ہی لائے۔ آپ ہی نے دیا۔ اور پھر آپ ہی پوچھتے ہیں..... آپ کے سوا اور کس کے دم سے گھر کی رونق ہو سکتی ہے؟ وہی جو آپ نے رومال میں سونا لاکر دیا تھا نا — اسی کی خوشی میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور سب کی دعوت کر دیا ہے.... کہ ہر دم تو ان لوگوں کا

کمایا۔ آج اپنا بھی تو کھلا دیں ..... میری بھی قسمت ایسی تھی کہ اس کا موقعہ ملتا مگر شکر ہے خدا کا آج اس نے لاج رکھ لی اور اس بدقسمت کو یہ دن دکھایا ...... گھر میں تو کچھ نہیں تھا مگر خدا قائم رکھے حمیدہ باجی کو، اللہ ان کا سہاگ قائم رکھے دودھوں نہائے، پوتوں پھلے ان کی مانگ کوکھ سے بھری رہے انہیں نے یہ سب سامان لاکر دیا ہے کہ ہم کو کل پرسوں یا جب جی چاہے منگوا کر دے دو گی ...... آپ سے جھوٹ کیا کہیں؟ ہم نے تو سمجھا تھا کہ آپ آج بھی اپنا وعدہ بھول جائیے گا.. اور آپ کا مالک بھی ٹال مٹول کر دے گا .... مگر نہیں ....:

بیوی ابھی یہیں تک کہنے پائی تھی کہ مزدور کی آنکھوں سے آنسوؤں کے تار بندھ گئے .... وہیں پر سجدہ ریز ہو گیا اور رو رو کر کہنے لگا.. الٰہ العالمین! مجھے معلوم نہیں تھا کہ تو اپنے سامنے جھکنے والوں کے وعدہ کا اتنا خیال رکھتا ہے ..... اے اللہ میں نے تو ٹھیک سے تیری .... عبادت بھی نہیں کی.. ... اور اس پر اتنی ... عنایت .... میرے مالک! .... ارحم الراحمین! اب اس دنیا میں رہنے کا .... جی نہیں چاہتا ...... اللہ! اے اللہ!!"

مزدور کے بوڑھے جسم کے ابھرے ابھرے گوشت کی بوٹیاں پھڑپھڑانے لگیں، ہاتھ اور پاؤں میں تشنج پیدا ہونے لگا، آنکھیں جھپکنے لگیں قلب کی دھڑکن تیز ہو گئی پیشانی پر پسینہ جھلکنے لگا۔ لبوں پر مسکراہٹ دوڑنے لگی اور آخر ایسی مسکراہٹ کہ جو اس سے ہمیشہ کے لئے لپٹ گئی۔ اور مزدور اپنی منزل پر پہنچ گیا۔

سب لوگ متحیر اور انگشت بدنداں تھے کہ ندائے غیبی نے آخر راز افشا کر دیا کہ "لوگو! جان جاؤ کہ آج ایک بوڑھے مزدور سے نہیں بلکہ ایک ولیِ کامل سے دنیا خالی ہو گئی۔

→ ✻ ←

کیفیّات

در نعت صلی اللہ علیہ وسلم

از جناب مولانا نثار بارہ بنکوی

گھر گھر کے اٹھ رہی ہیں پھر ہند میں گھٹائیں
اندھیر ہے جنوں ہے طیبہ جو ہم نہ جائیں

ہم ہند سے جو پہنے آقا کے در پہ جائیں
روداد دردِ الفت رو رو کے کہہ سنائیں

اے جذبۂ عقیدت ہم لیں تری بلائیں
آقائے ہر دو عالم جلوہ اگر دکھائیں

فرطِ ادب سے جائیں تو سر کے بل ہی جائیں
معمور ان کی ضو سے طیبہ کی ہیں فضائیں

اے شورِ صورِ محشر دیوانہ کچھ ہوا ہے
ہم اور ان کے در سے اٹھ کر کہیں کو جائیں

ناحق کو رشک ہوگا فردوس کے گلوں کو
ہم داغہائے الفت رضواں کو کیوں دکھائیں

کہتے ہیں ہر گھڑی یہ صل علیٰ محمد
آتا ہے جی میں اپنے ہونٹوں کی لیں بلائیں

محرومیاں تو اپنی زنجیر پا بنی ہیں
آقائے دو جہاں ہی چاہیں اگر بلائیں

مزمل و مدثر طٰہٰ و نیز یٰسین
اس نام میں بھی پنہاں ہیں سیکڑوں ادائیں

قرباں آپ پر ہو کیوں کر نہ اک زمانہ
حسن آفریں کو بھائیں جب آپ کی ادائیں

ذوقِ غزل نہیں ہے دل کو نثارِ خستہ
اشعار نعتیہ کچھ سنئے تو ہم سنائیں

مذہب اسلام یورپ کی نگاہ میں

از جناب مولوی ثناء اللہ صاحب

ذیل میں لنڈن کے ایک ہندو سالیسٹر مسٹر آر۔ اے۔ نہرا کے فاضلانہ و محققانہ مقالہ کا ملخص کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرام ہے ماخوذ از اسلامک ریویو۔

تین اسباب ہیں جنکی بنا پر ایک ہندو اس مبحث پر تقریر کرنے کی جسارت کرتا ہے۔ سب سے پہلا سبب یہ ہے کہ میں اگرچہ ہندو پیدا ہوا لیکن بچپن ہی سے ہمیشہ مسلمان ہمسایوں اور دوستوں میں رہا اس لئے کہ آپ جانتے ہیں کہ ہندو مسلمان الگ الگ نہیں رہتے دوسرا سبب یہ ہے کہ ہندو مذہب اپنے پیرؤں کو یہ نہیں سکھاتا کہ وہ دوسرے مذاہب کو برا کہیں یا نظر حقارت سے دیکھیں۔ رواداری اور غیر ضرر رسانی ہندو دھرم کے اساسی اصول ہیں۔

تیسرا سبب یہ ہے کہ میں نے مذہب اسلام کا مطالعہ تعصب کی عینک کو اتار کر کیا ہے اور پندرہ سال سے اسلامی قانون کی وکالت کر رہا ہوں میں اپنے موضوع کو ذیل کے تین عنوانات میں تقسیم کروں گا۔

(۱) کاروباری اخلاق۔ (۲) عام اخلاق (۳) صنفی اخلاق۔

میں یہ بات صاف صاف کہنا چاہتا ہوں کہ میرا موضوع تقریر اخلاق کا وہ اعلیٰ معیار ہے جس کی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم المرتبت ہستی نے بنا ڈالی اور تبلیغ کی اور جس پر انھوں نے اور ان کے سچے پیرؤں نے عمل فرمایا۔ یہ معیار اتنا اعلیٰ و ارفع ہے کہ عہد حاضر کا ہر وہ مرد یا عورت جو مادیت کے سیلاب میں غرق ہے اس کے مطابق زندگی بسر کرنے میں دقت محسوس کرے گا۔

سب سے پہلے کاروباری اخلاق لیجئے ہر شخص جانتا ہے کہ روئے زمین پر اسلام ہی وہ اکیلا مذہب ہے جو سود کو حرام قرار دیتا ہے اگر آپ اس مفید ترین اور اعلیٰ اصول کی تحلیل کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ موجودہ اقتصادی نظام جس کا دارومدار سود پر ہے سراسر غلط ہے۔ روپیہ ایک جاندار چیز نہیں ہے وہ دوگنا چوگنا نہیں ہوتا ایک پونڈ خواہ وہ چاندی کا ہو یا سونے کا جہاں کہیں اور جس زمانہ میں بھی ہوگا کسی طرح وہ دو پونڈ میں مبدل نہیں ہو سکتا وہ ایک ہی پونڈ رہے گا خواہ وہ کسی کاشتکار کے ہاتھ میں ہو یا بادشاہ کے ہاتھ میں ہو۔ ڈاکٹر کے ہاتھ میں ہو یا فوجی جنرل کے ہاتھ میں ہو۔ یہی وجہ ہے کہ شارع اسلام نے اپنے متبعین کو سود لینے اور دینے سے منع فرمایا۔ حرص کی ایجاد کردہ چیزوں میں سود بنی نوع انسان پر بے رحمی کی بدترین شکل ہے جس کا ارتکاب مادیت سے مغلوب اور روحانیت سے بے بہرہ مخلوق احمقانہ پندار کے ساتھ کرتی رہتی ہے سود کے لین دین کے نتائج بہت دور رس اور سوسائٹی کے سکون دماغی کو بری طرح تہ و بالا کرنے والے ہوتے ہیں۔ عہد حاضر کے قوانین کی رو سے انگلستان میں ایک سود خوار ۴۸ فیصدی تک سود قانوناً لے سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ایک شخص آج سو پونڈ قرض لیتا ہے تو سال بھر میں اسے ۴۸ پونڈ ادا کرنا ہوگا اور دو سال گذر جانے پر زر اصل سے تقریباً دوگنی رقم دینی پڑے گی اس مہاجنی سود کی بدولت خدا معلوم کتنے خاندان برباد ہو چکے ہیں

میں نے خود ایسے واقعات دیکھے ہیں جنہیں ان سود خواروں کی وجہ سے تباہی آئی۔ جب کوئی شخص ان سود خواروں کے چنگل میں جا پڑتا ہے تو شرح سود کی زیادتی کی بدولت شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ وہ شخص حریص ساہوکار کے پنجہ سے صحیح و سالم نکل سکے موجودہ زمانہ کے ماہرین اقتصادیات سود کے کاروبار کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ آخر کیوں؟ محض اسلئے کہ سود کے اصول کی وجہ سے ان کے ہاتھ میں وہ رقم زائد لگ جاتی ہے جو ان کی نہیں ہے یہ سودی کاروبار بہت ہی مہیب پیمانہ پر جاری ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حرص اور خود غرضی اپنی انتہائی خوفناک شکل میں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے اور اقوام عالم ایک قعر عظیم کے کنارے آ لگی ہیں اور ہر وقت اپنے ہاتھوں پیدا کی ہوئی تباہی میں گر جانے کے لئے تیار ہیں۔

تعمیری انجمنیں۔ بنک اور بیمہ کمپنیاں سطحی اعتبار سے مضبوط معلوم ہونے کے باعث بہت ہی مفید اور ضروری ادارے سمجھے جاتے ہیں۔ اب میں آپ کے سامنے ایک ایسی مثال پیش کرونگا جو میرے جیسے پیشے والوں کو اپنے پیشہ کے سلسلہ میں اکثر پیش آتی ہے ایک شخص نے ایک مکان بارہ سو پونڈ میں خریدا اور یہ طے پایا کہ وہ ماہ بماہ آٹھ پونڈ کی قسطیں ادا کرے گا ان آٹھ پونڈوں میں نصف سے زیادہ رقم پہلے دس سال کی سود کی رقم ہے وہ شخص سات سال تک یہ قسطیں کسی نہ کسی طرح ادا کرتا رہا۔ آٹھویں سال وہ بیمار پڑا اور ساتھ ہی اسے اپنے کاروبار میں خسارہ ہوا اور وہ تین ماہ تک قسطیں نہ ادا کر سکا۔ تعمیری انجمن جو سود خواروں ہی کی ایک مسخ شیطانی شکل ہے، ہر ماہ اس پر تاوان عائد کرتی رہی میں اس غریب مگر ایماندار خریدار کا مشیر قانونی تھا وہ بیچارہ قسطیں ہی ادا کرنے سے قاصر تھا یہ تاوان کا بار کہاں سے اٹھا سکتا تھا مگر قانوناً یہ تاوان لگانے والے سود خوار حق بجانب تھے۔ انجام کار انجمن نے اپنے مشیر قانون کو اس خریدار کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کی ہدایت کی۔ میں نے ان کے پاس جا کر بہت منت سماجت کی اور اس ایماندار خریدار کی تفصیلی صورت حال سے آگاہ کیا۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہمیں افسوس ہے لیکن کیا کیا جائے قاعدہ کی پابندی لازمی ہے اور ڈائرکٹران بجز اس کے اور کچھ نہیں کر سکتے کہ واجب الادا قسطوں کی وصولی کا سلسلہ جاری رکھیں"۔ اس کے بعد انھوں نے مقدمہ دائر کیا اور بالآخر اس مکان پر قبضہ حاصل کر کے اس شخص کو مع اس کے گھر والوں کے اس کے مکان سے جس میں انہوں نے اپنی زندگی کے سات سال گذارے تھے نکال باہر کیا۔ یہ ساری کارروائی از روئے قانون جائز تھی اور بعض لوگ کہینگے کہ یہی مناسب ہے لیکن کیا انسانیت اسی کا نام ہے؟ اگر سود کے اصول کا رواج نہ ہوتا تو یہ شخص زر اصل باسانی ادا کر چکا ہوتا اور کمپنی اتنی بے رحمی نہیں کر سکتی تھی کیونکہ ایسی صورت میں کمپنی کو نہ کوئی ضرورت محسوس ہوتی اور نہ طمع دامنگیر ہوتی کہ وہ مذکورہ شخص پر مقدمہ چلا کر مکان پر قبضہ کر لے اور اس مکان کو پھر کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کر ڈالے جو باقاعدہ اصل و سود ادا کرتا رہے۔ اسلام کے قانون کے مطابق ایک تاجر اپنے ہم پیشہ تاجر یا دوست کو روپیہ قرض کر دیتا ہے اور مقروض اس رقم کو سچے شکریہ اور احسان مندی کیساتھ واپس کرتا ہے۔ خیال تو کیجئے کہ یہ اصول کتنا زیادہ مبنی بر انسانیت ہے اور سود نہ لینے کے اعلیٰ اور شریفانہ اصول میں کتنی خالص ہمدردی و محبت ہم جنسی پنہاں ہے کون شخص ہے جو اپنے روپیہ کو سود پر چلا کر اپنے حرص و آز میں اضافہ نہیں کرتا۔ یہ ظاہر ہے کہ جب کاروباری معاملات میں انسانیت برتی جائے گی خود غرضی میں کمی آئیگی تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ زندگی کے جھگڑے گھٹیں گے اور روزمرہ کی زندگی اور کاروباری معاملات میں زیادہ اطمینان قلب نصیب ہوگا۔ میں عہد حاضر کے سود خواروں کے اداروں کی شقاوت اور خارج از انسانیت کارروائیوں کی بیسیوں مثالیں دے سکتا ہوں۔

اسلام کے متعلق بہت سے لوگ عجیب عجیب نظریے رکھتے ہیں اور بہت کم ایسے ہیں جو اسلام کی اس اصلی اور منور شکل کا

جنہیں آمیزش سے پاک و صاف ہے مطالعہ کرتے ہیں جو اس کے ضعیف دماغ والوں اور محض زبانی اور بے عمل پیرووں کی آمیزشوں سے پاک ہے کاروباری اخلاق کے بعد ہم صنفی اخلاق کے موضوع کو لیتے ہیں۔ آپ میں سے بعض نے سنا ہوگا کہ اسلامی قانون میں ایک اصول خلوت صحیحہ کا ہے آپ جانتے ہیں کہ یہ کیا چیز ہے ؟

یہ اخلاق کا بلند ترین اصول ہے جو انسانوں کے لئے ان کے اُن ذاتی تعلقات میں جو وہ صنف مقابل سے رکھتے ہیں واجب العمل بتایا گیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ میں ان لوگوں کے فائدے کے لئے جو اس اصول سے ناواقف ہیں اس کی تعریف بیان کر دوں اس عظیم الشان شارع اسلام کے زمانہ میں اگرچہ علم برق کا اتنا چرچا نہ تھا لیکن وہ انسانی زندگی میں علیحدگی کی ضرورت اور بھلائی سے بخوبی واقف تھے۔ سائنس کی اصطلاح میں یہی انسانوں کا باہمی صنفی تعلق " برقی رو " کا نام ہے جس طرح انسانی زندگی کے تسلسل کے لئے یہ صنفی تعلق ضروری ہے اسی طرح یہ امر بھی ضروری ہے کہ وہ قواعد و اصول بھی عمل میں لائے جائیں جن کے ذریعہ انسانیت کا بہترین طریقہ پر تحفظ ہو سکے اور اس کا قیام بنا سوسائٹی کے تباہ و برباد ہوئے رہ سکے۔ انسان لازمی طور پر ایک پیکر اخلاق ہے۔ آپ لوگوں نے یہ کہاوت سنی ہوگی کہ اگر دولت چلی گئی تو کچھ بھی نہیں گیا۔ اگر تندرستی چلی گئی تو کچھ چلا گیا اور اگر اخلاق گیا تو سب کچھ گیا۔ ایک انسان بغیر اعلیٰ اخلاق کے ایک درندہ سے بدتر اور ایک سانپ سے زیادہ نقصان پہونچانے والا ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم المرتبت ہستی نے اعلیٰ اخلاق کے تحفظ کا اعلیٰ ترین اصول (خلوت صحیحہ کی صورت میں) بیان فرمایا۔ اسلامی قانون میں خلوت صحیحہ کے معنی یہ ہیں کہ اگر ایک مرد اور عورت جو ایک دوسرے کے غیر محرم ہیں کسی جگہ اکٹھے اس حال میں پائے جائیں کہ وہ تنہا ہیں اور انھیں وہاں کسی قسم کا اندیشہ نہیں۔ تو قانون کے ظاہری اعتبار سے گویا وہ مرتکب جرم ہوئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اگرچہ نیم قانونی الفاظ استعمال کئے ہیں لیکن اس سے مطلب کی خاص توضیح ہو سکتی ہے۔

اب میں اسی برقی رو کی مثال پھر بیان کرتا ہوں جو لوگ علم برق کے اصول سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ برقی رو مثبت اور منفی دو قسم کی ہوتی ہے۔ یہ دونوں قسمیں باہم ملنے کے لئے ہمہ وقت تیار اور بیتاب رہتی ہیں جبتک ان دونوں کے مابین خاصہ فاصلہ رہتا ہے یا دونوں کو علیحدہ رکھنے والی کوئی چیز موجود ہوتی ہے اس وقت تک یہ دونوں اپنے اپنے خول میں دوڑتی رہتی ہیں لیکن جونہی علیحدہ رکھنے والی چیز ہٹا دی جاتی ہے یا باہمی فاصلہ ایک خاص حد تک کم کر دیا جاتا ہے۔ فوراً دونوں ایک دوسرے کی طرف لپکتی ہیں اور شعلہ پیدا ہو جاتا ہے اس موقع پر چاہے ساری دنیا مل کر شعلہ نہ اٹھنے کی دعا کرے تب بھی اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا ہر چیز کے لئے فطرت نے قانون اور اصول مقرر کر رکھے ہیں۔ قانون توڑ دو گے تو اس کا انجام بھی بھگتو گے۔ انسانی اور اخلاقی دنیا بھی اٹل قوانین سے اسی طرح جکڑی ہوئی ہے جس طرح جسمانی دنیا۔ اسی وجہ سے خلوت صحیحہ کا اعلیٰ اصول مرد اور عورت کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنے اعلیٰ ترین اخلاق کو قائم رکھیں یہی وہ اصول ہے جس کے مطابق یورپ میں لوگ نوجوانوں کو علیحدہ رکھنے کیلئے محافظ عورتیں " رکھتے ہیں۔ اسلام ان لوگوں کی ہرگز ہمت افزائی نہیں کرتا جو اچھے اصولوں کو قدیم اور دقیانوسی کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ میں نے مانا کہ بہت سے مسلمان سچے مسلمان نہیں اور اسلام کے اعلیٰ معیار کے عامل نہیں لیکن میرا مقصد تو صرف یہ بتانا ہے کہ اسلام میں ایک ایسا معیار

موجود ہے۔ کون شخص ہے جو دنیا میں بد اخلاقی کے سیلاب کی روز افزوں زیادتی سے جس کا نتیجہ دنیا کے روز افزوں زوال کی صورت میں نکل رہا ہے بے خبر ہے؟ وہ دن کچھ دور نہیں جبکہ ہمیں باوجود اس کے کہ ہم دنیا میں اہم اور معزز حیثیت رکھتے ہیں ان لوگوں کی حماقت کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا جو اخلاق کے اعلیٰ اصول نہیں برتتے۔

موجودہ زمانہ کا رواج ہے کہ نوجوان مرد و عورت کھلے بندوں پھرتے رہتے ہیں اور جب چاہیں بلا کسی پابندی کے باہم ملتے ہیں۔ یہ رواج دنیا کی موجودہ غیر اطمینان بخش حالت کا ذمہ دار ہے۔ مسرت گھٹ رہی ہے اور بے چینی بڑھ رہی ہے میں نے انگلستان میں اپنی نو سالہ وکالت کے دوران میں بہت سے ازدواجی مقدمات کی پیروی کی ہے جس میں فریقین زیادہ تر انگریز تھے۔ اس لئے میں بیان کر سکتا ہوں کہ ان زوجین کی زندگی جو اخلاق کے اعلیٰ معیار پر عامل نہیں ہوتے کتنی ناخوشگوار ہوتی ہے۔ بعض بعض مسلمانوں نے بھی اپنے مذہب اور اس کے اعلیٰ معیار کو بھلا کر اپنے سر مصیبت مول لے رکھی ہے۔ افراد کی اور ان کے ذریعہ سے اقوام دنیا کی زندگی صحت اور مسرت کا دار و مدار اخلاق کے اس اچھے اور اعلیٰ معیار پر ہے جو کاروباری زندگی اور خانگی زندگی میں برتا جائے۔ اسلام اس معیارِ اعلیٰ کو ہم تک پہنچاتا ہے اور اپنی نوع انسانی اصلی مسرت اور خانگی زندگی کا پیغام جانفزا دیتا ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ ہر مسلمان سچا مسلمان ہو جائے کیونکہ اس وقت اسلام زیادہ پھیلے گا اور دوسرے مذہب سے وسیع تر اشاعت ہوگی۔

اب میں چند الفاظ عام اخلاق کے متعلق کہوں گا۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو ہر قسم کی نشہ آور اشیاء شراب وغیرہ کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ موجودہ زمانہ کی دنیا خصوصاً نئی دنیا جان چکی ہے کہ روزمرہ کی عام زندگی کی بہتری اسی میں ہے کہ شراب جیسی بری چیز سے احتراز کیا جائے اسلام اپنے ماننے والوں کو کسی حال میں اور کسی رسم کے موقع پر شراب پینے کی اجازت نہیں دیتا۔ شراب کی خرابیاں بحیثیت مجموعی اتنی زیادہ مشہور و معروف ہیں کہ انکی تفصیل کی حاجت نہیں۔ ہر سال انکی بدولت کتنے خاندان تباہ ہو جاتے ہیں کتنے بجیلے اور ہونہار اشخاص شروع ہی میں اپنے مفید کارنامہ ہائے سے محروم ہو جاتے ہیں۔

اسلام میں عیش پسندی کو بھی سختی کے ساتھ قابل تحقیر سمجھنے کا حکم دیا گیا ہے ایک سچے مسلمان کے لئے روا نہیں کہ وہ اپنے منبر دیواروں یا کہیں اور تصویریں لگائے۔ زندگی کی سادگی اس کا اعلیٰ ترین مقصد رکھا گیا ہے۔ یہ عیش پسندی ہی ہے جو لوگوں میں تفرقہ ڈالتی اور امیروں کو خود غرض اور غریبوں اور غیر مستحقوں سے بے پروا بناتی ہے۔ جو کچھ مغرب میں ہو رہا ہے اس پر نظر غائر ڈالئے وہاں کیا یہ ممکن ہے کہ دولت سے سدا اچھندا امیر لنڈن کے مشرقی حصہ میں ایک غریب بھائی رکھتا ہو۔

مغربی حصہ لنڈن کے تمام تھیٹر سینما اور ریسٹورانٹ ہر روز بھرے رہتے ہیں درانحالیکہ آدمیوں کو کھانا اور ضروری کپڑا میسر نہیں ہوتا اور یہ صورت حال طبعی اور صحیح سمجھی جاتی ہے افسوس صد افسوس محض ذاتی مفاد کے لئے انسانی ہستیاں کتنی بری طرح انصاف اور راستی کے بلند معیار کو توڑتی مروڑتی ہیں۔

دار العلوم اہلسنت معین الاسلام بستی

اس دار العلوم میں عرصہ دراز سے اردو ہندی کی تعلیم دی جا رہی تھی اور درس نظامیہ کا بالکل انتظام نہ تھا ارکین دار العلوم نے فارسی اور عربی تعلیم کے لئے جناب مولانا بدر الدین احمد صاحب فارغ التحصیل دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کو متعین کیا ہے۔ اس وقت دار العلوم میں تقریباً ہر فن کے طلبا موجود ہیں۔ لہٰذا ان قوم سے اپیل ہے کہ مدرسہ ہذا کی امداد کریں۔ محمد صدیق سکریٹری دار العلوم معین الاسلام

بہرا لی بستی ضلع بستی ۔ یوپی۔

تاریخ اسلامی کا ایک عبرتناک ورق

از مولانا غلام جیلانی صاحب نعمانی نائب ناظم مدرسہ فرقانیہ ہزاری باغ۔
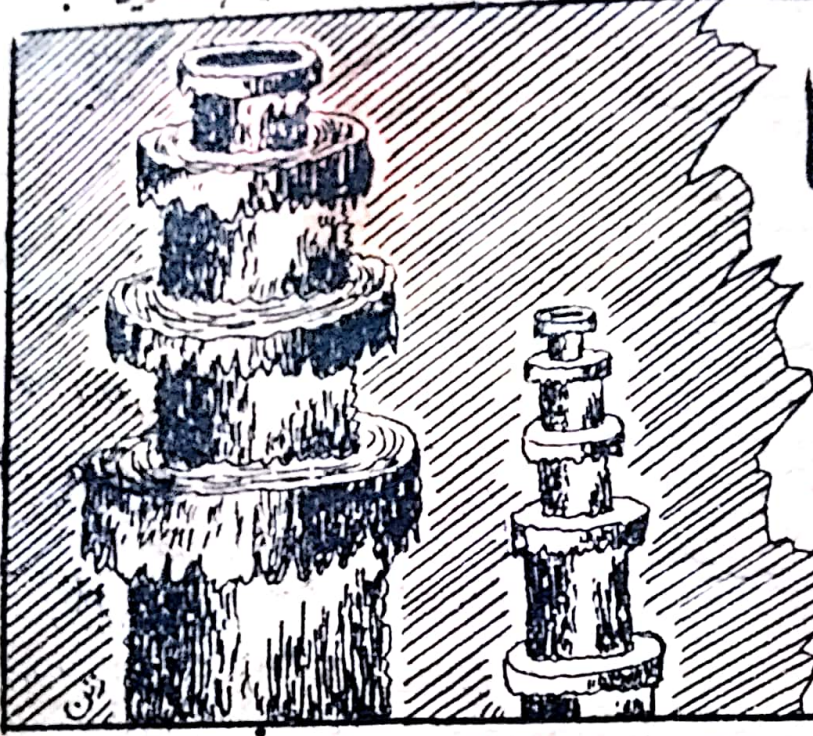
چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں ٭ زہے وہ پھول جو گلشن بنا دے صحرا کو

سابق والی ترک عبدالحمید ۸ محرم ۱۲۵۸ھ کو عدم سے وجود میں آئے آپکی والدہ کا نام تزیمین گوئم تھا۔ آپ درِ مکنون تھے آپ کے استاد ہونے کا شرف مصطفےٰ آفندی اور اتالیق کمال آفندی دو ماہرین تعلیم کو ملا ان دونوں مقدس حضرات نے آپ کو علوم مشرقی و مغربی میں بلدجۂ کمال مہارت پیدا کرا دیں۔ بچپن ہی میں حب الوطنی آپ کے دل میں گھر کر گیا تھا جب سن بلوغ کو پہونچے تو خود کو خلوت پسند بنا لیا اور سیر و تماشے سے متنفر ہو رہے۔ اپنے چچا سلطان عبدالعزیز کیساتھ متعدد بار غیر ملکوں کی سیاحت فرمائی، اس سیاحت نے آپ کو پختہ مزاج بنا دیا تھا۔ ایک بار ان کے چچا غیر ملکی سیاحت سے واپس لوٹے تو ایسے بیمار ہوئے کہ جاں بر نہ ہو سکے۔ ان کی وفات کے بعد سلطان مراد کو تخت نشین کیا گیا۔ عبدالحمید اپنے مرحوم چچا کے دست راست تھے آپ نے سلطان کے رحلت کر جانے کے راز کو پا لیا اور خفیہ طریقہ پر معاملے کی تفتیش میں سرگرم ہو گئے عوام اور خواص دونوں طبقہ سلطان کی موت سے حیران تھے کیونکہ ان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ سلطان قابل صحت نہ تھے لیکن پھر موت کیونکر ہوئی۔ عبدالحمید غداران وطن و قوم کی شخصیتوں سے اچھی طرح واقف تھے اور وہ جانتے تھے کہ یہ قوم فروش دنیاوی اقتدار کے حصول کے لئے سلطنت کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ابھی نئے سلطان کو تخت پر جلوہ افروز ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ وزیر اعظم نے مراد سے عنان حکومت چھین لی اور عبدالحمید سے تخت شاہی پر قدم رنجہ ہونے کی استدعا کی حمید کو تجربات نے پختہ مزاج اور دور اندیش بنا دیا تھا اس نے کافی غور و خوض کے بعد کہلا بھیجا کہ سلطان مراد کی معزولی میں عجلت نہ کرو۔ وزیر نے عبدالحمید کو دھمکی دی اور اس کے چھوٹے بھائی نے ورغلانا شروع کر دیا عبدالحمید نے جب معاملہ کو بگڑتے دیکھا تو مجبوراً اورنگ شاہی کو زینت بخشی۔

عبدالحمید کی فہم اور بیدار مغزی مشہور تھی۔ ملک اور غیر ممالک کے تمام فرماں روایان و رؤسا اس کی خداداد صلاحیت سے آگاہ تھے۔ ملک و قوم فروشوں اور غاصبان سلطنت کو اندیشہ

ارشادات

از جناب صوفی ابو الفرح صاحب چشتی سابق حاجی الحرمین عفی عنہ
مسیح اللہ چشتی

بھائیو! کیا نام کر رہے نام اللہ کا، آج بہت افسوس ہے مجھ کو درمیان اس بات کے کہ لکھ رہا ہوں ساتھ نام اپنے لفظ "سابق" بوجہ چند ضروری باتوں کے۔ مگر ضروری سمجھتا ہوں واضح کر دینا اس بات کا کہ بڑھا دینے سے اپنے نام کے ساتھ اس لفظ (سابق) کے آپ یہ نہ سمجھ لیں خدا کے واسطے، کہ ہو گیا ہے انتقال ہمارا بیچ اس دنیا ناپائدار سے اور لکھ رہا ہوں میں یہ مضمون واسطے آپ لوگوں کے بیٹھا ہوا نیچے عرش بریں کے اور ہو گیا ہوں حال مقیم درمیان جنت الفردوس کے کہ جہاں جائینگے ایک نہ ایک دن ہمارے ایسے حقیر پر تقصیر سراپا روشن ضمیر اور آغشتہ عصیاں صغیر و کبیر۔

ہاں! تو رہے نام اللہ تعالیٰ جل شانہ کا، پس تحقیق کہ لکھنا تھا آج مجھ کو یہ، بذریعہ اپنے قلم کے۔ کہ کیوں لکھا ہے میں نے وہ لفظ جس کو لکھتے ہیں لوگ، کسی کے نام کے ساتھ اس وقت میں جب وہ چھوڑ دیتے ہیں اپنے تمام عزیز و اقارب اور دوست احباب کو روتا دھوتا ہوا اور چلے جاتے ہیں سوار ہو کر او پر کندھوں اپنے رشتہ داروں کے، دراں حالیکہ پہونچ جاتی ہے ان کی روح قبل پہونچنے ان کے۔ اور ہو جاتا ہے ان کا یہی حال جس کو قلم بند کیا ہے کسی شاعر نے کام لیتے ہوئے اپنی دماغی قوتوں سے کہ

کاندھے پہ ہے جنازہ ملک عدم میں روح
کوسوں نکل گیا ہے پیادہ سوار سے

مگر لکھ دیا میں نے اس لفظ کو ساتھ اپنے قلم کے، اگرچہ گواہ ہے ہمارا خدا اوپر اس بات کے کہ بہت افسوس ہوا مجھ کو وقت لکھنے اس لفظ کے کیونکہ اس سے حاصل ہوا کرتا تھا مجھ کو فائدہ کثیرہ اور آجاتے تھے کچھ لوگ درمیان ہمارے دام اس لفظ کے اور کوشش کرتے تھے حاصل کرنے کی رضامندی ہماری اور پیش کیا کرتے تھے نذرانے واسطے دعا اور تعویذ کے اور بلایا کرتے تھے درمیان عدالت حاکموں کے واسطے دینے گواہی کے اور سوال کرتا تھا "چیف" یا "ان چیف" کا جس وقت وکیل موافق کہ "اے حاجی صاحب متبرک و معزز! کیا خیال ہے آپ کا اوپر اس شخص کے؟" تو فرمایا کرتا تھا میں پھیرتے ہوئے اپنے داہنے ہاتھ کو اوپر اپنی داڑھی کے اور کہہ دیتا تھا صاف صاف، رخ کر کے طرف حاکم عدالت کے کہ "حضور ہے یہ شخص ملزم بالکل بے قصور اور ناکردہ گناہ — اور ہے خدا گواہ اوپر اس کے کہ اگر ہوتا یہ شخص مجرم تو ہرگز نہ آتا میں واسطے دینے گواہی کے" اور پھر میں نکال لیتا تھا اپنی تسبیح واسطے دکھلا کر پڑھنے کے — اس سے ہوتا تھا فائدہ بے مقدار و انداز گواہی دلوانے والے کو۔ اور وہ یہ کہ ہو جاتا تھا وہ بری الذمہ۔ اور مل جاتی تھی مجھ کو ایک رقم کثیر صلے میں اس کے — اور ہو گیا تھا یہ اثر اس کا کہ جہاں دیکھ لیتا تھا مخالف کا وکیل صورت میری درمیان اجلاس کے تو دہل جاتا تھا اس کا دل اور سمجھ لیتا تھا ساتھ یقین کے کہ اب ہار جائے گا میرا موکل، کیونکہ آگئے ہیں مخالف کی طرف سے جناب

حاجی الحرمین صاحب ۔ اور نہیں ہوتی ہے کوئی بات رد ان کی درمیان اجلاس حاکموں کے ۔

مگر افسوس اور صد افسوس! کہ ہوگیا اب یہ سب خواب و خیال کیونکہ کر رہا ہوں اب اعلان واجب الاذعان بیچ ان رسالوں اور اخبارات اردو و ہندوپاک کے، جن میں لکھا کرتا ہوں مضامین دلپسند کہ "اگر لکھے گا کوئی شخص مجھ کو بذریعہ اپنے قلم کے درمیان کسی مضمون کے حاجی الحرمین یا کہے گا بذریعہ اپنی زبان کے بیچ میں کسی تقریر کے تو کر دوں گا دائر میں ایک مقدمہ بہ عنوان "ازالہ حیثیت عرفی" یا "حیثیت ازالہ عرفی" کے، جو درج ہے درمیان بڑی بڑی کتابوں قانون کے، ساتھ عنوان تعزیرات ہند کے اور پھر نہیں چل سکے گا جواب اس کا درمیان اجلاس کسی حاکم وقت کے اور ہوگا سب ناجائز وقت سماعت عند العدالت میں!

قصہ مختصر یہ کہ سنتا آرہا تھا میں بذریعہ اپنے کانوں کے زمانہ بچپن سے کہ ہو جاتا ہے جو شخص حاجی الحرمین، وہ ہوتا ہے بہت نیک اور دکھائی دیتا ہے زیر نظروں لوگوں کے بہت ایماندار ۔ اور یقین کرتے ہیں لوگ اس کی باتوں کا اور نہیں کرتے ہیں کوئی کام مخالف شریعت اسلامیہ کے اور رہتا ہے وہ انھیں وجہوں سے معزز اور محترم درمیان لوگوں کے ۔

چنانچہ ہوگیا تھا شوق مجھ کو بھی لکھنے کا لفظ "حاجی الحرمین" ساتھ اپنے نام کے، اور اسی لئے لکھتا رہا میں اس کو ایک مدت دراز سے، مگر گیا نام کہ رہے نام اللہ کا ۔ ایک دن جبکہ مشغول تھا میں گفتگوئے دنیاوی کا بیچ ساتھ اپنی بی جان کے تو اچانک آیا میرے پاس ایک لڑکا اور سلام کیا اس نے ساتھ نہایت ادب کے اور دیا مجھ کو ایک خط جو لکھا ہوا تھا قلم سے میرے ایک دوست گہرے جناب عبد الحلیم صاحب کے، اور جس کو لکھا تھا انھوں نے اس طرح کہ ہو جائے دھوکہ لوگوں کو میری طرز تحریر کا ۔

بحضور فیض گنجور سراپا نور کاشف احوال ظاہر و مستور جناب حاجی صاحب مدظلہ العالی ۔ السلام علیکم ۔ اما بعد پس تحقیق کہ عرض ہے یہ کہوں بیچ خدمت عالی کے کہ اگر گراں نہ گذرے اوپر مزاج عالی کے ہماری یہ گستاخی کہ ہم کو ضرورت لاحق ہوگئی ہے چند لیبلوں کے لکھوانے کی بذریعہ دست مبارک آں حضور کے ۔ اس لئے عرض کرتا ہوں دست بستہ بذریعہ اپنے ان گنہگار ہاتھوں کے، کہ اگر پا دیں آپ بیچ کسی وقت کے تھوڑی سی فرصت تو لکھ دیں چند لیبل تو ہوگی عنایت آپ کی اوپر ہم بندہ گنہگار کے ۔ کیا عرض کروں حاجی صاحب! کہ لکھ رہا تھا میں اس خط کو بذریعہ اپنے ہاتھوں کے اور ہنس رہا تھا میں بذریعہ اپنے منہ کے ۔ پس تحقیق کہ معاف کرینگے قصور ۔ مگر کیجئے گا خدا کے لئے سچا وعدہ تاکہ رہوں میں منتظر اوپر وقت مقررہ کے ۔ کیونکہ کرتے ہیں آج کل آپ کے جیسے حاجی الحرمین بہت زیادہ بدعہدی اور بولا کرتے ہیں وہ جھوٹ بہ مقدار کثیر ۔

جواب کا طالب عاصی پُر معاصی حقیر پُر تقصیر عبد الحلیم

پس تحقیق کہ جب پڑھ لیا میں نے اس خط کو تو بہت ندامت ہوئی مجھ کو اوپر اپنے اور اپنے ایسے حاجیوں کے حال زار کے اور چلا میں اسی وقت لکھنے کے لئے ۔ تاکہ نہ ہو وعدہ خلافی مجھ سے ۔ مگر جیسا کہ معلوم ہے آپ لوگوں کو کہ نہیں کام آتا ہے کچھ سوچنا انسان ضعیف البیان کا ـــ اور ہوگئی ایک ایسی بات کہ نہ جاسکا میں واسطے لکھنے ان لیبلوں کے ـــ اور کیا نام کو کر دیا بدنام اپنے کو اور اپنے اور حاجی بھائیوں کو بہ سبب اس بدعہدی کے، جس طرح کیا کرتے ہیں اور ہمارے حاجی بھائی بدنام خود کو اور اپنے ساتھ مجھ کمترین سابق حاجی الحرمین کو

مگر اس واقعہ سے بھی زیادہ افسوسناک اور شرمناک ہوئی یہ بات واسطے اس کمترین کے، جس کو سنا ہے میں نے زبان سے کئی شخصوں کے ۔ جو بیان کرتے تھے اسکو مزہ لے کر اور کہتے تھے اس طرح کہ آج کل بہت کم نظر آتے ہیں ایسے حاجی الحرمین جو حقیقۃً مستحق ہوں کہلانے کے اس لفظ متبرک کے ۔ کیونکہ بنا لیا ہے انھوں نے ڈھال اسکو واسطے

اپنی مطلب برآری کے اور کہتے ہیں وہ بیچ مجمع مسلمانوں کے درمیان اپنی تقریروں کے۔ جب لینا ہوتا ہے ان کو چندہ واسطے اپنی شکم پری کے کہ "ندو باکرو تم نیاز اور فاتحہ اللہ پر چیزوں کے اور نہ جاؤ تم نزدیک مزارات اولیاء اللہ کے کیونکہ نہیں ہوگا تم کو اس سے کچھ فائدہ دارین میں ...... بلکہ دے دو یہ ساری رقم مجھ خاکسار کو واسطے قائم کرنے مدرسہ اور یتیم خانہ کے کہ رہے گا یہ صدقہ جاریہ تمہاری طرف سے" ۔ اور جب مل جاتی ہے ان کو رقم تو ہڑپ کر جاتے ہیں وہ اس کو اور نہیں لیتے ہیں ڈکار اور نہیں ڈرتے ہیں وہ اللہ بزرگ و برتر سے اور گمراہ کرتے ہیں غریب مسلمانوں کو!

اور رہے نام اللہ کا۔ اب گزارش ہے ساتھ نہایت ادب اور احترام کے اپنے دوست حاجیوں سے کہ خدا کے لئے نہ بنائیے آپ اپنے حج کو ذریعہ واسطے کمانے دنیائے ناپائدار کے اور نہ کیجئے کوئی کام بذریعہ اپنے ہاتھوں کے ایسا جو خلاف حکم شریعت کے اور نہ بولئے کوئی بات ایسی۔ تاکہ نہ اٹھا سکے کوئی شخص انگلی اوپر حاجیوں کے اور نہ کہے کوئی شخص دیکھ کر نیا بس حاجیوں کا کہ ہیں یہ بے ایمان اور دیتے ہیں یہ جھوٹی گواہی اور کھاتے ہیں یہ حرام مال!

قمر الحج

امام الموحدین حضرت مولانا الحاج سید شاہ قمر الہدیٰ صاحب نے مسائل حج کو انتہائی مدلل و مستند طریقہ پر مرتب فرمایا ہے جو عنقریب مولانا مشتاق احمد صاحب کے زیر اہتمام مکتبہ پاسباں کی طرف سے شائع ہوگا شائقین اپنے آرڈر سے دفتر کو مطلع کریں

منیجر مکتبہ پاسباں

تحریک جماعت اسلامی

ملک کے مختلف مکتبہ خیال نے مجھ سے یہ مطالبہ کیا کہ جماعت اسلامی کے بارے میں "پاسباں" اپنی واضح پالیسی کا اعلان کر دے میں ابھی اپنے آپ کو کچھ لکھنے کے لئے مستعد ہی کر رہا تھا کہ بمبئی کی ملاقات میں بحر العلوم مولانا عبد الحفیظ صاحب مفسر پاسباں کا ایک غیر مطبوعہ رسالہ مسمیٰ بہ تحریک جماعت اسلامی میری نظر سے گذرا۔ جس کی ایک ایک سطر پر علماء کرام جھوم جھوم گئے۔ چنانچہ موصوف نے میری درخواست پر مکتبہ پاسباں کو اشاعت کے لئے عنایت فرمایا جس میں حکومت الٰہیہ مجددیت، مجتہدیت۔ مہدویت۔ ابن تیمیہ۔ خلافت عثمانیہ پر جاہلیت کا حملہ وغیرہ وغیرہ عنوانات پر عالمانہ و محققانہ گفتگو کی گئی ہے۔

دنیائے سنیت کا علمی حلقہ مفسر پاسباں کی علمی وجاہت سے اچھی طرح واقف ہے کہ تحریر و تقریر میں آپ کا مقام کس قدر بلند و ممتاز ہے۔

چنانچہ تحریک جماعت اسلامی طبع ہو کر مکتبہ پاسباں میں آگئی ہے۔

اپنی پہلی فرصت میں آرڈر دے کر طلب کیجئے۔

انوار احمد نظامی
منیجر مکتبہ پاسباں بمبئی

حاجی ملنگ شاہ

از ایم اے رعنا رحیم اللہ صاحب مضطر

یک نفس بودن بہ پیشِ اولیا
بہتر از صد سالہ زہد و اتقا

اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے انبیاء ورسل علیہم السلام کو جہاں اپنی تمام مخلوق پر فضیلت کبریٰ عطا فرمائی انکو ایک طرف انسان کامل بنا کر تمام خصائص ومحامد کا مجسمہ بنایا اور عصمت قطعی کی انمول نعمت دیگر فرشتوں سے زیادہ افضل وممتاز فرمایا ان خوبیوں سے زیادہ ارفع واعلیٰ جو اعزاز اس طبقۂ خصوصی کو دیا گیا وہ معجزات کی حیرت آفرین دولت ہے، انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد گم گشتگان طریقت کو راہِ مستقیم پر لانے کی اگر کسی نے سعی بلیغ کی ہے، تو اولیاءِ عظام نے کی۔ جس طرح رب تعالیٰ نے پیغمبران کرام کو گمراہ قوموں کی تکمیل مطالبات کیلئے معجزات عطا فرمائے، اسی طرح اولیا اللہ وبزرگانِ حقیقت کو کرامات کی بیش بہا دولت سے نوازا۔ ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالےٰ نے انسانوں کو انسانیت کا درس دینے اور ضلالت وگمراہی کے غار سے بچانے کیلئے رہنماؤں اور رہبروں کو مقرر فرمایا۔ کتب تواریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں، کہ ابتدا سے لیکر عہد حاضرہ تک کتنی قومیں اپنے رہنماؤں کے نقش قدم پر نہ چلنے کے باعث عتاب الٰہی میں گرفتار ہوئیں۔ اگر آج سے تیرہ سو ہتر سال پہلے عرب کے آفتاب اسلام طلوع نہ ہوتا، اور اگر فاران کی مقدس چوٹیوں پر سے آفتاب اسلام کی چمکتی ہوئی کرنیں سطح زمین پر روشنی نہ ڈالتیں تو آج نہ کوئی اصول اسلام سے واقف ہوتا اور نہ کسی کے دلوں پر نعرہ اللہ اکبر کا رعب وداب طاری ہوتا۔ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ کے مصداق پروردگار عالم نے اپنے پیارے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اس کمزور امت کی رستگاری کا سب سے آسان سبب یہ پیدا کیا۔ کہ اپنے برگزیدہ نبی کو خاص رحمت وشفاعت کے تاج سے مرصع کرکے عبدہٗ ورسولہٗ کے لباس میں عین اس وقت پیش کر دیا جس وقت قوم عرب میں بت پرستی وگمراہی، بغض وکینہ رہزنی وخانہ جنگی اور عداوت کی آگ سلگ رہی تھی۔ سبحان اللہ آپ کے آنیوالے بزرگ برتر نے تمام قوم عرب کو افعال قبیحہ اور شرک سے پاک کرکے وحدانیت کی طرف جھکا دیا۔ اشاعت اسلام میں حضور سرور کائنات نے صحابہ کرام کے وہ جدوجہد کی جس کا نتیجہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ مرحبا صد مرحبا اُن پاک لوں، اور مضبوط ایمان والوں پر جنہوں نے بغیر کسی لالچ کے اپنے فرائض منصبی کو ادا کرنے میں اپنی بیش بہا جانیں اور اموال کو اُس وحدہٗ لاشریک لہٗ اور اس کے برگزیدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مقدس پر قربان کرکے قیامت تک کیلئے اسلام کے خاردار راستوں کو صاف کر دیا تاکہ آنیوالی نسلوں کو تکلیف نہ ہو، جزاک اللہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زمانہ خلافت میں بھی وہی حالت رہی جیسی حضور سرور کائنات

کی مرضی تھی۔ بعد ازاں امامت اور ولایت نے بھی وہی بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھا لیا جس کا شہرہ آج تک ہے۔ بلکہ تا قیامت رہیگا۔ اب ہم ناظرین "پاسبان" کو اس زمانہ کی سیر کراتے ہیں جس کو تقریباً سات سو صدی گزر چکی ہے، زمانہ کی گردشوں میں ایک ایسا دور بھی آیا جس دور میں بعض اسلامی سلطنتیں انتظام ملک اور سلطنت گیری میں اسقدر محو تھیں کہ مذہب اسلام کا پاس و لحاظ بادشاہوں کے دربار سے اٹھا جاتا تھا۔ جیسے علاء الدین خلجی نے دکن میں بہت نمایاں فتوحات حاصل کئے اور سلطنت پھیلائی مگر مذہب اسلام کو ناقابل سمجھ لیا رفتہ رفتہ انہیں بادشاہوں اور حکمرانوں کی عیاشی و لاپرواہی نے وہ نتیجہ دکھلایا کہ سلطنت گئی تو گئی مگر مذہب اسلام کو اسقدر ضعف پہونچا کہ سنبھلنا دشوار ہو گیا تھا۔ آج پھر مسلمانوں کی وہی حالت دیکھنے میں آرہی ہے، جو چند صدی پہلے تھی۔ دور حاضرہ کے مسلمانوں کو اپنی مغربیت پرستی لادینی اور الحاد نوازی کی طرف غور کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی، آج کے ترقی یافتہ مسلمان اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر یہ دیکھنے کی زحمت ہی گوارہ نہیں کرتے کہ آیا ان کے اعمال و کردار حاضرہ میں کوئی اسلامی شان بھی باقی رہ گئی ہے یا نہیں، موجودہ دور میں علمی و سائنسی ترقیاں حد کمال تک پہونچتی جارہی ہیں انہیں بے شمار علمی و مادی و سائنسی ترقیوں کے باعث روز افزوں کفر و الحاد، شرک بدعت، عیاشی و زنا کاری، شراب خوری و قمار بازی و معصیت کوشی عام ہوتی جارہی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج کے مسلمانوں پر احکام خداوندی اور ہدایت نبوی کا مطلق اثر نہیں ہوتا اور کانوں میں تیل ڈالکر خواب خرگوش کے ایسے مزے لے رہے ہیں کہ لاکھ جھنجھوڑنے پر بھی بیدار ہونے کا نام ہی نہیں لیتے۔ جس طرح آج فضائے انسانیت پر جبر و استبداد کی کالی گھٹا چھائی ہوئی ہے، مغربیت پرستی کا دور دورہ ہے معصیت کوشی کا شہرہ ہے اسی طرح چند صدی پہلے کی بات ہے کہ دکن اور کرکن کے بعض بعض مقامات اللہ اکبر کے خوش کن صداؤں سے بالکل ناآشنا تھے، شرک و بدعت کمال عروج پر پہونچی ہوئی تھی، لادینی کا بول بالا تھا، کفر و الحاد کا پرچم لہرا رہا تھا۔ ایسے پرآشوب دور کفر و ظلمت کے زمانے میں قدرت کو یہ منظور ہوا تھا کہ طاقت ولایت سے اشاعت اسلام ہو۔ چنانچہ ان دنوں میں خدائے عزوجل نے اپنے پیارے حبیب کے ایک حبیب حضرت حاجی عبدالرحمٰن کو دین اسلام کی اشاعت اور اسلامی فرائض کی ادائیگی کیلئے کوکن روانہ فرمایا تھا۔ جس کا نیک انجام آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

مکہ معظمہ سے حاجی ملنگ شاہ کی روانگی

حضرت حاجی ملنگ شاہ کا اسم گرامی مکہ معظمہ میں حاجی عبدالرحمٰن بن جبیر تھا، اور کوکن و دکن کے علاقہ میں حضرت حاجی ملنگ بابا کے نام سے مشہور ہوگئے، اور پورے ہندوستان میں اسی نام سے یاد کئے جاتے ہیں، آپ کے آباؤ اجداد قبیلہ بنی ہاشم میں معزز و ممتاز سوداگر مانے جاتے تھے، آپ کا آبائی پیشہ سوداگری تھا۔ مگر آپ نے اس پیشہ کو کبھی اختیار نہیں کیا۔ اور نہ سوداگری کی طرف کبھی خیال فرمایا، کیونکہ آپ بچپن ہی سے عشق الٰہی اور عشق رسول میں مست رہنے لگے تھے، دل میں محبت کی یہ لگن لئے اسقدر محنت و ریاضت فرمائی کہ بام قطبیت پر جا پہونچے، جس وقت کا یہ واقعہ سپرد قلم کیا جارہا ہے، اس وقت آپکی عمر شریف صرف بیس سال کی تھی، آپکے ورود ہند کا واقعہ راوی نے یوں قلمبند کیا ہے، کہ ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو چند معتقدین نے آپکی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ اگر حکم ہو تو آج ہم مجلس میلاد النبی منعقد کریں، یہ سنکر حضرت نہایت خوش ہوئے اور بعد نماز عشاء کا وقت مقرر کر کے سب لوگوں کو اس مجلس خیر میں شریک ہونیکی دعوت دی، یہ مژدۂ جانفزا سنکر حضرت کے تمام معتقدین ایک جگہ جمع ہوگئے۔ آپ نے نماز عشا مع حاضرین ادا فرمائی۔ اور جس جگہ بزم میلاد منعقد ہونیوالی تھی، وہاں تشریف لے گئے۔ کتب صحیحہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ذکر میلاد مبارک بیٹھ کر نہیں سنتے تھے، بلکہ مجلس میلاد میں شروع سے آخر تک آپ مؤدب کھڑے ہو کر سنا کرتے تھے، بارہا لوگوں نے آپ سے کہا کہ یا حضرت آپکو تکلیف ہوتی ہے۔ بیٹھ کر سنئے آپ ارشاد فرماتے، بھائیو! روایت معتبرہ سے ثابت ہے کہ بزم میلاد میں حضور سرور کائنات فخر موجودات، شفیع روز جزا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک تشریف لاتی ہے، جب سرکار دو عالم

تشریف لائیں تو ہماری کیا مجال ہے، کہ ہم روبرو ہو کر بیٹھیں یہ قطعاً خلاف ادب ہے، جب حاضرین مجلس فاتحہ پڑھ لیتے تو آپ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اس مجلس میلاد النبی میں ابھی آپ کھڑے ہوئے ہی تھے کہ ایک شعلہ روشنی کا نظر آیا۔ آپ نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ لوگ یہ دیکھ کر متحیر ہوئے کہ حضرت کیا دیکھ رہے ہیں۔ جب مجلس ختم ہو چکی تو چند مریدوں سے جو کاملین میں سے تھے اور جن سے حضرت بہت زیادہ انس رکھتے تھے آپ نے فرمایا کہ ذرا اس کی تحقیق کرو کہ یہ روشنی کیسی ہے، اور کہاں سے آرہی ہے۔ یہ سنتے ہی اُن خدارسیدہ نے اپنے اپنے سروں کو مراقبے میں جھکا دیئے اور کچھ دیر بعد سر اٹھا کر عرض کیا، کہ قبلۂ عالم ملک ہند میں ایک شہر کوٹن کہلاتا ہے، وہاں ایک پہاڑ نہایت بلند ہے اور اس تمام پر کفاروں نے اپنا مقام بنا رکھا ہے، ان کافروں اور ملحدوں کا سردار ایک دیو زشت رو، قوی ہیکل، دشمن دین موجود ہے۔۔ اُس کے روبرو کفار آگ سلگاتے ہیں۔ یہ اسی آگ کا شعلہ ہے جسکی روشنی آج یہاں نظر آرہی ہے، اس خبر وحشت اثر نے قبلہ حاجی عبدالرحمٰن کو پُرجلال بنا دیا، اور آپ فرط غیظ و غضب سے آگ بگولہ ہو کر فرمانے لگے، ان کافروں کو اتنی ہمت ہو گئی ہے کہ [illegible] دین اسلام کو نقصان پہونچانا چاہتے ہیں، یہ ممکن نہیں کہ خادمان اسلام کی موجودگی میں منکران دین غیر اللہ کی پرستش کریں اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں، منکرانِ دین کی سرکوبی کی خاطر اور انہیں راہ مستقیم دکھانے کیلئے کوچ کرنا پڑے گا، چنانچہ آپ مع اپنے رفقا گھوڑوں پر سوار ہو کر آناً فاناً کوٹن کے اس بلند و بالا پہاڑ کے دامن میں پہونچ گئے، چونکہ نماز کا وقت ہو گیا تھا اس لئے آپ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ پانی کی تلاش کرو تاکہ نماز پڑھ لی جائے، چند مریدوں نے پانی کی تلاش میں ادھر اُدھر گئے مگر پانی کہیں دستیاب نہیں ہوا۔ آخر سب نے آ کر عرض کیا، کہ یا حضرت پانی تو یہاں کہیں نہیں ملتا، آپ نے بسم اللہ کہہ کر وہی عصا جو ہاتھ میں لئے ہوئے تھے، فوراً زمین پر مارا، پانی ابل پڑا اور مثل چشمہ کے ہو گیا۔ تمام اصحاب نے وضو کیا اور سر بعجز اپنے معبود حقیقی کے سامنے جھکائے، چنانچہ آپکی کرامت کا نمونہ جسکو کم و بیش ۲۴۲ سال گزر چکے ابتک برابر جاری ہے۔ وہ چشمہ ابتک دامن کوہ میں تالاب کے نام سے مشہور ہے، اُس کے بعد حضرت نے اسی مقام پر ایک گائے ذبح کی اور اس کا سر دامن کوہ کے ایک گوشہ میں رکھ دیا جو آج تک گاؤ مکھ کے نام سے وہ جگہ مشہور ہے، بعدازاں حاجی عبدالرحمٰن گھوڑے پر سوار ہو کر معہ رفقاء روانہ ہوئے اور گھوڑے سے اشارہ کیا وہ غازی ایک ہی چھلانگ میں نصف کوہ طے کر گیا، ان کے پہنچتے ہی تمام پہاڑ مثل بید کانپنے لگا۔

باقی آئندہ

پاسبان نواز بھائیوں سے مؤدبانہ گزارش

بسا اوقات ڈاک کی بدنظمی سے ہمارے بعض بھائیوں کو پاسبان دستیاب نہیں ہوتا جسکی یاداشت میں شکایتی خطوط دفتر میں موصول ہوتے ہیں مگر آپ خود فیصلہ کیجئے جبکہ ہر ماہ کئی سو رسالہ بطور نمونہ و اعزازی دفتر سے روانہ کیا جاتا ہے۔ تو کیسے ممکن ہے کہ آپکی خدمت میں پاسبان نہ حاضر کیا جائے گا۔ دفتر اپنی پوری ذمہ داری اور احتیاط سے پاسبان کو بک پوسٹ کرتا ہے۔ پیکنگ اور پتہ لکھ جانے کے بعد تمام رسالہ رجسٹر سے مطابق کر لیا جاتا ہے۔

اسلئے میری مؤدبانہ گزارش ہے کہ اپنے حلقہ کے ڈاک منشی کو تاکید کر دیں اور اس پر کڑی نگاہ رکھیں اسکے باوجود اگر رسالہ نہ دستیاب ہو سکے تو فوراً دفتر کو مطلع کر دیں دوسرا رسالہ روانہ کر دیا جائے گا۔

مگر آپ اس بات پر اطمینان رکھیں کہ دفتر اپنی ذمہ داری میں تساہلی نہیں کرتا۔ امید ہے کہ میری اس گزارش کو اپنے دل میں جگہ دینگے۔

نوٹ

آئندہ سے خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

منیجر۔ انوار احمد نظامی۔

باب الاعمال و النقوش

(حروف منقوطہ و مہملہ)

حروف منقوطہ جن کو ذوات ناطقہ کہتے ہیں یہ ہیں۔ ب ت ث ج خ ذ ز ش ض ظ غ ف ق ن ی۔ ان حروف کو جب مرکب کیا تو یہ پانچ کلمے پیدا ہوئے۔ بتث۔ جخذ۔ زشض۔ ظغف۔ قنی۔ اب اگر آپ چاہتے ہیں کہ کسی شخص کے راز سے واقف ہوں اس کے احوال یا کسی واقعات سے خبردار ہوں تو بروز یکشنبہ بعد فراغ نماز صبح یا بوقت طلوع آفتاب ان پانچوں کلمات کو بترتیب مذکورہ بالا کو پاک سیاہی یا زعفران سے سفید کاغذ پر لکھیں اور رات کو زیر بالین رکھ کر سورہیں مگر سونے سے پہلے باوضو ہو کر لیں انشاء اللہ تعالیٰ تمام حالات و واقعات سے خبردار ہو جائیں گے۔

حروف مہملہ بے نقط جن کو حروف صوامت کہتے ہیں یہ ہیں۔ ا ح د ر س ص ط ع ک ل م و ہ ان حروف کو جب مرکب کیا تو یہ چار کلمے پیدا ہوئے۔ احد۔ رس۔ صطع۔ کلموہ۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ غمازوں کی غمازی، مکاروں کے مکر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ رہیں تو چاند کی انتیسویں تاریخ یا بوقت کسوف و خسوف سیسہ کی تختی یا قلعی پر ان چاروں کو بترتیب مذکورہ بالا کندہ کر کے زیر نگین انگشتری رکھیں اور انگشتری کو داہنے ہاتھ میں پہنیں انشاء اللہ تعالیٰ چغل خوروں کی چغل خوری، مکاروں کے مکر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ رہیں گے کسی کی طاقت نہ ہوگی کہ آپکی بدگوئی کر سکے یا آپ پر کسی قسم کی تہمت لگا سکے یا کسی قسم کی اہانت کر سکے جب تک کہ یہ انگوٹھی آپ کے ہاتھ میں ہے۔

ایک نہایت مجرب عمل ہفتہ کے اندر حاجت پوری ہو

اگر آپ چاہتے ہیں کہ افلاس دور ہو دولت ہاتھ آئے بار قرض سے جلد از جلد سبکدوش ہوں۔ مقدمہ میں فتحیابی ہو ہر مشکل سے مشکل کام آسان ہو۔ ہر نیک مقصد حاصل ہو تو مندرجہ ذیل دعا

عروج ماہ میں زعفران سے سفید کاغذ پر لکھ کر سات روز تک دریا میں ڈالیں۔ دعا یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بسم اللہ الملک الحق المبین من العبد الذلیل الی المولی الجلیل مبین المغفرۃ وانت الغفار برحمتک یا ارحم الراحمین جس وقت تعویذ دریا میں ڈالیں ستر بار یہ پڑھیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الٰہی بحرمت کن فیکون فتبارک اللہ احسن الخالقین انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہوں گے۔

دنیاوی ترقی۔ تجارت میں کامیابی و دفع بیماری کے لئے یہ نقش نہایت کارآمد ہے بروز پنجشنبہ یا جمعہ لکھ کر موم جامہ کر کے داہنے بازو پر باندھیں نقش یہ ہے۔

میکائیل — ٧٨٦ — جبرئیل

١٤	١٣	١٨
١٩	١٥	١١
١٢	١٧	١٦

عزرائیل — اللہ — اللہ — اسرافیل

جائز محبت کے لئے یہ نقش نہایت مجرب ہے۔ عروج ماہ میں بروز یکشنبہ یا پنجشنبہ بوقت طلوع آفتاب زعفران سے سفید کاغذ پر لکھ کر فلیتہ بنا کر روئی لپیٹ کر رات کو کورے سکورے میں روغن چنبیلی ڈال کر جلائیں بتی کا رخ محبوب کے مکان کی طرف ہو نقش یہ ہے

٧٨٦

۳۵۲۱	۳۵۱۸	۳۵۱۵
۳۵۱۶	فلاں ابن فلاں علی حب فلاں ابن فلاں	۳۵۲۰
۳۵۱۹	۳۵۲۲	۳۵۱۷

ایڈیٹر کی ڈاک

بندہ جسکو کم و بیش ۲۴۲ سال گزر
دامن کوہ میں تالاب کے
ابھی مقام پر ایک گائے
کھا دیا جو آج

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب

ہم لوگوں کو یہ معلوم ہوا ہے کہ ادارہ پاسبان بمبئی سمتہ کمیٹی منتخب کر رہا ہے یہ خبر کہاں تک صحیح ہے۔

پاسبان نواز!

آپ تک غلط خبر پہونچی ہے۔

محترمی نظامی صاحب

میں نے سیرت پر ایک کتاب لکھی ہے کیا مکتبہ پاسبان اس کی طباعت و اشاعت کرسکتا ہے۔

کرم فرمائے بندہ۔

مکتبہ کی معلومات منیجر سے حاصل کیجئے۔

محترمی جناب ایڈیٹر صاحب،

جمعیتہ علماء ہند کے ہوتے ہوئے آل انڈیا تبلیغ سیرت کی تشکیل کیوں کی گئی۔

جمعیتہ نواز! تاکہ جمعیتہ علماء ہند کا ڈکٹیٹر شپ ختم کرکے مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کی جائے۔

بھائی نظامی

بذریعہ پاسبان مولانا ارشد صاحب قادری تک بعد سلام محبت یہ پیغام پہونچا دیجئے کہ اپنے قلمی تعاون سے پاسبان کو کیوں محروم رکھا ہے۔

عبد الخالق ہاشمی۔

محترمی جناب مولانا صاحب

آستانہ علمی معمہ پر آپنے تنقید کیوں بند کردی ہے۔

پاسبان نواز!

اپنی عدیم الفرصتی کے باعث۔ اگر آپ تنقید ارسال کریں تو شائع کردیا جائے گا۔

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب!

پٹنہ کانفرنس میں شرکت فرمانے والے علماء اہلسنت کے نام نامی کا اعلان فرمادیں۔

برادر گرامی

مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن صاحب۔ حضرت محمد میاں صاحب کچھوچھوی حضرت مفتی آگرہ۔ حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب۔ حضرت مفتی برہان الحق صاحب۔ حضرت مولانا عبد القدیر صاحب بدایونی۔ حضرت مولانا مفتی عبد الرشید خانصاحب۔ حضرت مولانا حامد علی خانصاحب فاروقی۔ پروفیسر عبد القیوم صاحب۔ مولانا شاہ عزیز احمد صاحب مولانا منظور حسن صاحب۔ مولانا سید عبد المسجود صاحب۔ مولانا محمد محبوب صاحب۔ مولانا ظفر قادری صاحب مولانا ارشد وغیرہ۔

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب۔

آل انڈیا تبلیغ سیرت کے بنیادی اغراض و مقاصد کیا ہیں۔

مکرمی۔ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنا۔ مذہبی اسپرٹ اسلامی شعور پیدا کرنا۔ احساس کمتری کا مٹانا۔ اقتصادی بدحالی کو دور کرنا، مذہب اہلسنت کی ترویج اور دشمنوں کے مذہبی حملہ کی مدافعت مسلمانوں کی جملہ اصلاح و فلاح کی جدوجہد کرنا۔

محترمی جناب ایڈیٹر صاحب!

پاسبان کا سالنامہ آپ کب تک شائع فرمارہے ہیں۔

پاسبان نواز!

جبتک ادارہ سالنامہ کی ہر کڑی پر قابو نہ پالے گا اس وقت تک تاریخ کا اعلان نہ کیا جائے گا۔

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب،!

یہ آپ نے بہت ہی کرم کیا کہ پاسبان کے صفحات پر اعمال و نقوش کا باب قائم کردیا لیکن اگر تعویذ وغیرہ طلب کیا جائیں تو کیا صورت ہوگی۔

پاسبان نواز! ادارہ پاسبان نے ناشر العلوم مولانا محمد صدیق صاحب کی [illegible]